20

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

8 تا 14 جون 2006ء

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

تعلیم کا قبلہ درست کریں!

ایمانِ حقیقی کے حصول کے ذرائع

قانون سازی کا بنیادی ذریعہ؟

بیت المقدس پر صلیبی یلغار

نصاب تعلیم میں نام نہاد روشن خیالی کا پیوند
تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام منعقدہ سیمینار کی روداد

خلفائے راشدین کا تصوّرِ بیت المال

رہبر و شکوۂ ارباب وفا بھی سُن لو!

اسلامی ریاست کے قیام کی جدوجہد؟

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

تفہیم المسائل

عالم اسلام

شکر

حقیقی شکر گزاری یہ ہے کہ تمام تر کوشش اور دُعا کے بعد بھی خواہ کامیابی حاصل ہو یا نہ ہو بندہ اپنے رب کی رضا پر راضی رہے:
﴿وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ﴾ (النمل:40) ''اور جو کوئی شکر کرتا ہے اس کا شکر اس کے اپنے ہی لیے مفید ہے۔'' سورہ آل عمران میں فرمایا: ﴿وَسَيَجْزِي الشَّاكِرِينَ﴾ ''البتہ جو شکر گزار بندے بن کر رہیں گے انہیں وہ اس کی جزا دے گا۔''

شکر دراصل ایمان کا پھل ہے۔ انسانوں میں سے بھی اگر کوئی شخص آپ کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہے اور آپ اس کا شکریہ ادا نہیں کرتے تو آپ نہ صرف کوتاہی کر رہے ہیں بلکہ اس کے ساتھ بدسلوکی کے مرتکب ہو رہے ہیں حالانکہ وہ تو صرف ایک ذریعہ ہے۔ محسنِ حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہے جس نے آپ کو سمع و بصر کی نعمت سے نوازا، صحت و امن کا انعام عطا کیا اور آپ کے لیے دنیا کی تمام چیزیں مسخر کیں۔ بلکہ ان کے علاوہ بھی آپ کو اتنی اور ایسی ایسی نعمتیں بخشیں جن کا احاطہ اور شمار ممکن نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی نعتوں کا شمار اور احاطہ نہیں کر سکتے تو کیا اس کا شکر بھی ادا نہ کریں؟ نہیں! اس کا شکر ادا کیجئے۔

زبان سے شکر اس طرح ادا کیجئے کہ اس کی حمد و ثنا میں رطبُ اللسان رہتے ہوئے کہیے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ''تمام حمد و ثنا اللہ کے لیے ہے'' اور رَبِّ لَكَ الْحَمْدُ ''میرے رب سب تعریف صرف تیرے ہی لیے ہے۔''

اور اپنے عمل سے اس طرح شکر ادا کیجئے کہ جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہیں ان میں سے ان لوگوں کو حصہ دیجیئے جو ان نعمتوں سے محروم ہیں۔ دولت مند کا شکریہ ہے کہ غریبوں کی مالی اعانت کرے۔ طاقتور کا شکریہ ہے کہ کمزوروں کی مدد کرے۔ بااختیار لوگوں کا شکریہ ہے کہ حق داروں کو ان کا حق دلوائیں اور عدل و انصاف کریں۔ اگر آپ خوشحال ہیں، آپ کے دستر خوان پر انواع و اقسام کے کھانے ہیں اور آپ کا ہمسایہ بھوکا ہے تو آپ ناشکر گزار ہیں خواہ آپ زبان سے ہزار بار الحمدللہ کہیں۔

اور دل سے اپنے خالق و منعم کا شکر اس طرح ادا کیجیے کہ ہمیشہ اس کی رضا پر راضی رہیے، اور جو آپ کا مقسوم لکھ دیا گیا ہے اس پر قانع رہیئے۔ نہ تو اپنی حالت پر کڑھیں اور موجود نعمتوں کو کم سمجھیں اور نہ کسی دوسرے سے اس بنا پر حسد کریں کہ اس کو اللہ نے انعام سے نوازا ہے۔

اسلام؟
شیخ علی طنطاویؒ

الھدیٰ (233)

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ النساء

(آیات 136,137)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ط وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰہِ
وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا (136) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا
کُفْرًا لَّمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَھُمْ وَلَا لِیَھْدِیَھُمْ سَبِیْلًا (137)

''مومنو! اللہ پر اور اُس کے رسول ﷺ پر اور جو کتاب اُس نے اپنے پیغمبر ﷺ (آخر الزمان) پر نازل کی ہے اور جو کتابیں اس سے پہلے نازل کی تھیں سب پر ایمان لاؤ۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اُس کے پیغمبروں اور روزِ قیامت سے انکار کرے وہ رستے سے بھٹک کر دور جا پڑا۔ جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے' پھر ایمان لائے' پھر کافر ہو گئے' پھر کفر میں بڑھتے گئے' اُن کو اللہ نہ تو بخشے گا اور نہ سیدھا رستہ دکھائے گا۔''

اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے نازل فرمائی اپنے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس سے پہلے نازل فرمائی۔ ایمان والوں کو یہ کہنا کہ ایمان لاؤ' چہ معنی دارد؟ مطلب یہ کہ ایک ایمان تو تمہیں حاصل ہے اور وہ ہے اقرارٌ باللسان۔ موجودہ حالات میں یہ کہ تم مسلمان ماں باپ کے گھر پیدا ہو گئے ہو' ایمان تمہیں موروثی طور پر مل گیا۔ تو اب شعوری طور پر بھی ایمان لاؤ' تاکہ یہ ایمان زبان سے ہوتا ہوا دل تک بھی پہنچ جائے' اور اُس دور کے حالات میں نومسلموں کو تلقین ہے کہ زبان سے تو تم نے شہادت دے دی' ایمان کا قانونی تقاضا پورا ہو گیا' مگر حقیقی ایمان تو تب حاصل ہوگا جب دل سے زبان کے اقرار کی تصدیق ہوگی۔

دوسرے لفظوں میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ایمان لاؤ اللہ پر جیسا کہ ایمان لانے کا حق ہے' مانو رسول کو جیسا اُسے ماننے کا حق ہے۔ اور یہ کیفیت اُس وقت ہو گی جب اللہ اور رسول پر ایمان دل میں کھُب گیا ہو۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں سورۃ الحجرات میں آیا کہ اللہ نے تمہارے لیے ایمان کو محبوب بنا دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں کھبا دیا ہے۔ پھر کچھ لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ یہ بدو دعویٰ کر رہے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ اے نبی ﷺ! اُن سے کہہ دیجیے' تم ہرگز ایمان نہیں لائے ہو' ہاں یوں کہہ سکتے ہو کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں' ہم نے اطاعت قبول کر لی ہے' سرِ تسلیم خم کر دیا ہے' لیکن ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے۔ کیونکہ حقیقی ایمان قلبی تو یقین کا نام ہے۔ یہاں روئے سخن منافقین کی طرف ہے جو ایمان کے دعویدار تو تھے مگر اُن کا ایمان حقیقی ایمان نہ تھا۔

یہاں قرآن کے لیے لفظ ''نَزَّلَ'' آیا' جس کے معنی ہیں' بتدریج نازل کیا اور تورات کے لیے لفظ ''اَنْزَلَ'' آیا کہ اِس لیے کہ وہ یک بارگی موسیٰ علیہ السلام کے سپرد کر دی گئی۔ فرمایا' قرآن پر بھی ایمان لاؤ اور اس کتاب پر بھی جو اس سے پہلے نازل ہوئی' اور جو کوئی کفر کرے گا اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور قیامت کے دن کا تو وہ تو گمراہ ہو گیا' بلکہ گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔

منافقین میں سے کچھ تو وہ لوگ تھے جو شعوری منافق تھے' جن کا ذکر سورۃ آل عمران میں آیا ہے کہ وہ صبح کو ایمان لاتے' شام کو کافر ہو جاتے' مرتد ہو جاتے۔ یہ صرف دوسروں کو دھوکہ دینے کے لیے ایمان کا دعویٰ کرتے تھے' اُن کو ایمان تو نصیب ہی نہیں ہوا۔ وہ خود بھی جانتے تھے کہ ہم مسلمان نہیں ہیں۔ مگر یہاں اِن کا ذکر نہیں ہو رہا۔ یہاں ذکر آ رہا ہے غیر شعوری منافقین کا' جو سچ مچ ایمان لے آئے تھے۔ انہوں نے قبول اسلام کو پھولوں کی سیج سمجھا مگر وہ کانٹوں بھرا بستر نکلا۔ وہ تذبذب کا شکار ہو گئے۔ انہیں ایمان کی وہ گہرائی نصیب نہ ہوئی کہ ایمان لانے کے بعد اپنا سب کچھ اسلام پر نچھاور کر دیتے' اُن کا حال یہ رہا کہ دو قدم چلے' پھر ٹھٹک گئے پھر تھوڑی ہمت کی مگر پھر رک گئے۔ جب دوسروں نے ڈانٹ ڈپٹ کی تو جھوٹے بہانے بنانے شروع کئے' اور آخری درجے کے طور پر قسمیں کھانا شروع کیں کہ جہاد میں نہ جانا میری مجبوری تھی۔ میری بیوی مر رہی تھی وغیرہ۔ تو یہ ایمان اور کفر کا معاملہ ایسے ہی چلتا رہا۔

یہاں کفر سے مراد ایک طرح کا نفاق ہے' اُن لوگوں کا نفاق جو نہ تو اسلام کا انکار کر رہے ہیں اور نہ ہی کفر کا اقرار۔ ایمان لائے پھر کفر کیا۔ پھر ایمان لائے پھر کفر کیا' پھر کفر میں بڑھتے ہی چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی مغفرت کرنے والا نہیں اور نہ ہی ایسے لوگوں کو راستہ دکھائے گا۔

فرمانِ نبویؐ

صدقہ کی برکات

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:((اِنَّ الصَّدَقَۃَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِیْتَۃَ السُّوْءِ))

(رواہ الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت کو دفع کرتا ہے۔''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

تعلیم کا قبلہ درست کریں!

مملکت خداداد پاکستان میں ’’O‘‘ لیول اور ’’A‘‘ لیول کے نصاب میں ’’پاکستانی کہانیاں‘‘ کے نام سے ایک اُردو کی کتاب شامل ہے. اِس کتاب میں ایسی غلیظ تحریریں شامل کی گئی ہیں جن کے مطالعہ سے ایک شریف النفس انسان کو گھِن آتی ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہمارے حکمرانوں اور محکمہ تعلیم کے ذمہ داروں کے اذہان وقلوب میں روشن خیالی کی کون سی قسم سرایت کرگئی ہے کہ وہ نئی نسل کو دین واخلاق سے برگشتہ کرنے پر تلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ہمارے لیے یہ ناقابل فہم ہے کہ وہ کم سنی میں طلبہ وطالبات کو جنسی کہانیاں اور بے ہودہ فقرہ بازی سکھلا کر کس نوع کی قومی خدمت سرانجام دے رہے ہیں اور یورپ کی اندھی تقلید کو انہوں نے اپنے ایمان کا حصہ کیوں بنا رکھا ہے۔

اگرچہ حقیقت یہ ہے کہ اجتماعی زندگی کے تین گوشے یعنی سیاست‘ معیشت اور معاشرت میں اہل مغرب کا دعویٰ ہے کہ اُنہوں نے پہلے گوشے یعنی سیاست میں قابلِ فخر کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ جمہوری ادارے قائم کرکے فرد کو اداروں کے تابع کردیا ہے۔ ملوکیت اور آمریت کے خاتمہ سے اجتماعی دانش انسانیت کی بہتر خدمت کررہی ہے۔ جمہوری طرزِ حکومت سے انسان نے عمرانی تاریخ کی چوٹی سر کرلی ہے اور اِس سے بہتر طرزِ حکومت ممکن نہیں۔ اجتماعیت کے دوسرے گوشے یعنی معیشت کے حوالہ سے سودی معیشت کے خلاف وہاں کچھ صدائیں سنائی دیتی ہیں‘ البتہ بحیثیت مجموعی اُن کے نزدیک سودی معیشت کا کوئی متبادل نہیں ہے اور اُن کی مادی ترقی کا راز یہی معاشی نظام ہے۔ البتہ اپنی معاشرت اور سماجی زندگی کے خلاف وہاں کے بہت سے دانشوروں نے طوفان اٹھایا ہوا ہے اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ جنسی بے راہ روی اور اخلاقی اقدار کا خاتمہ معاشرے کے لیے تباہ کن ثابت ہوگا۔

جہاں تک سیاست اور معیشت میں کامیابی کے دعویٰ کا تعلق ہے ہم اُس پر اِس لیے تبصرہ نہیں کرتے کہ وہ ہمارا اِس وقت کا موضوع نہیں ہے۔ ہم اِس وقت اجتماعی زندگی کے صرف معاشرتی اور سماجی پہلو پر گفتگو کرنے پر اکتفا کریں گے۔ کیا یہ اب بھی کوئی راز کی بات ہے کہ یورپ نے معاشرتی سطح پر جو رویہ اور طرزِ عمل اختیار کیا ہے اُس سے اُس کا خاندانی نظام ٹوٹ پھوٹ گیا بلکہ تباہ وبرباد ہوگیا‘ خونی رشتے بے معنی ہوگئے۔ بچپن ابھی جوانی کی طرف سرکتا ہی ہے کہ بچوں سے والدین لاتعلق ہوجاتے ہیں جبکہ بوڑھے والدین کو اولاد اولڈ ہاوسز میں ڈمپ کردیتی ہیں۔ اخلاقی اقدار کے تباہ ہونے‘ مادر پدر آزادی اور جنسی بے راہ روی کا یہ لازمی نتیجہ تھا۔ جب کوئی نوجوان طالب علمی کے دور میں جنسی لذت سے آشنا ہوجائے گا تو شادی اُسے ایک جھنجھٹ محسوس ہوگا۔

ہم اپنے عاقبت نا اندیش حکمرانوں اور محکمۂ تعلیم کے ذمہ داران سے سوال کرتے ہیں کہ وہ یورپ اور امریکہ کی معاشرتی اور سماجی تباہی سے عبرت کیوں نہیں حاصل کرتے۔ غلامانہ ذہنیت اُن کی بصارت کو بھی بُری طرح متاثر کرچکی ہے اور وہ نوشتۂ دیوار نہیں پڑھ پارہے۔ وہ معاشرے میں بگاڑ کی اصل وجہ سمجھنے میں بُری طرح ناکام ہوئے ہیں۔ اُنہیں معلوم ہی نہیں کہ تعمیرِ شخصیت میں تعلیم کا رول کیا ہے اور بچپن میں یاد کیا ہوا سبق انسان کے شعور اور تحت الشعور پر اِس طرح ثبت ہوجاتا ہے کہ پتھر پر کندہ نقش بھی اتنا گہرا اور دیرپا نہیں ہوتا۔ سب سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ وقت کی حکومت اور اُس کے حمایت یافتہ دانشور روشن خیالی اور مادر پدر آزادی اور بے راہ روی کو اِس طرح گڈمڈ کررہے ہیں اور یہ تاثر دے رہے ہیں کہ اسلامی اور مشرقی اقدار کے علمبردار روشن خیال نہیں ہیں‘ وہ ترقی اور حصولِ علم کے خلاف ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ امریکی اور یہودی ایجنڈے کو آگے بڑھانے کے لیے یہ جھوٹا اور بے بنیاد پروپیگنڈا کیا جارہا ہے‘ وگرنہ اسلامی تعلیمات پر سرسری نگاہ ڈالنے والا بھی یہ کہنے پر مجبور ہوگا کہ اسلام ایک روشن خیال دین ہے‘ جس نے آقا اور غلام کو ایک صف میں کھڑا کیا۔ جس نے انسان کو اُس کے اپنے شرف سے مطلع اور آگاہ کیا۔ جس نے عورت کو احترام دیا‘ وراثت میں اُس کو حصہ دار بنایا‘ قیامِ عدل کو اجتماعی زندگی کا اصل ہدف قرار دیا۔ حصولِ علم کی اہمیت کے حوالہ سے اتنا کافی ہے کہ قرآن پاک کا آغاز ’’اقرا‘‘ سے ہوا اور اللہ رب العزت نے اپنے محبوب حضور ﷺ کو ربِ زدنی علما کی دعا سکھائی۔ (باقی صفحہ 11 پر)

’’تا خلافت کی بنا‘ دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 15 — 8 تا 14 جون 2006ء — 11 تا 17 جمادی الاوّل 1427ھ — شمارہ 20

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا

سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد‘ **طابع**: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس‘ ریلوے روڈ‘ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے علامہ اقبال روڈ‘ گڑھی شاہو لاہور۔54000

فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241

E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقامِ اشاعت: 36-کے‘ ماڈل ٹاؤن‘ لاہور۔54700

فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک...... 250 روپے

بیرون پاکستان

یورپ‘ ایشیا‘ افریقہ وغیرہ (1500 روپے)

امریکہ‘ کینیڈا‘ آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)

ڈرافٹ‘ منی آرڈر یا پے آرڈر

’’مکتبہ خدام القرآن‘‘ کے عنوان سے ارسال کریں

چیک قبول نہیں کیے جاتے

’’ادارہ‘‘ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

تیئسویں غزل

(بالِ جبریل' حصّہ دوم)

تری نگاہ فرومایہ' ہاتھ ہے کوتاہ
ترا گنہ کہ نخیلِ بلند کا ہے گناہ!

گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ!

خودی میں گم ہے خدائی' تلاش کر غافل
یہی ہے تیرے لیے اب صلاحِ کار کی راہ

حدیثِ دل کسی درویش بے گلیم سے پوچھ
خدا کرے تجھے تیرے مقام سے آگاہ!

برہنہ سر ہے تو عزمِ بلند پیدا کر
یہاں فقط سرِ شاہیں کے واسطے ہے کلاہ!

نہ ہے ستارے کی گردش' نہ بازیٔ افلاک
خودی کی موت ہے تیرا زوالِ نعمت و جاہ!

اٹھا مَیں مدرسہ و خانقاہ سے غمناک
نہ زندگی' نہ محبت' نہ معرفت' نہ نگاہ!

یہ نظم گزشتہ دو نظموں کی توسیع ہے' لیکن اِس نظم میں خودی کی معنوی حیثیت قدرے مختلف ہے۔ یہاں اقبال خودی کے مقابلے میں خُدا سے لَو لگانے کا درس دیتے ہیں۔

1۔ اقبال نے ''بالِ جبریل'' کی اکثر و بیشتر نظموں میں جگہ جگہ رمز و ایما اور کنایہ سے کام لیا ہے۔ اکثر اشعار سراسر کنایوں سے معمور ہیں' مثلاً اِس شعر میں کسی لفظ کے لُغوی معنی مُراد نہیں ہیں' بلکہ ہر لفظ مجازی معنی میں مستعمل ہے۔ نگاہ' فرومایہ' ہاتھ کوتاہ' گناہ اور نخیل بلند (کھجور کا درخت) یہ سب کنایات ہیں۔

اقبال کہتے ہیں' اے مسلمان! تُو پست حوصلہ اور کم ہمت ہے' اس لیے تُو جدوجہد سے احتراز کرتا ہے۔ تُو تن آسانی اور سہل انگاری کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ پس اگر تُو اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتا تو اس میں مقصد کا قصور نہیں بلکہ تیرا ہی قصور ہے۔ یہ بدقسمتی نہیں تو اور کیا ہے کہ تیری نگاہ دُور رس نہیں' اور ہاتھ بھی اتنا چھوٹا ہے کہ بلندی تک اِس کی رسائی ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ اگر تُو کھجور کے بلند و بالا درخت سے پھل نہیں توڑ سکتا تو اس میں قصور درخت کا ہے یا تیرا۔ مراد یہ ہے کہ مقاصد بلند ہوں تو انسان کے حوصلے بھی بلند ہونے چاہئیں۔ نیابتِ الٰہیہ بہت بلند نصب العین ہے' اور اس کے حصول کے لیے اسی کے مطابق زبردست جدوجہد بھی شرط ہے۔ لیکن اے مسلمان! تیری حالت قابلِ افسوس ہے کہ تیرا مقصدِ حیات تو اس قدر عظیم الشان ہے کہ اُس سے بلند تر کوئی اور مقصد نہیں ہوسکتا' مگر تُو اس کے حصول کے لیے کوئی جدوجہد نہیں کرتا' محض اپنی تقدیر پر صابر و شاکر بیٹھا ہوا ہے۔

2۔ چونکہ موجودہ نظامِ تعلیم اور نصاب' انگریزوں کا وضع کردہ ہے' اس لیے مغربی طرز کے کالجوں کی تعلیم طلبہ و طالبات کو دینِ اسلام سے بیگانہ بنا دیتی ہے بلکہ اسلامی رُوح کو فنا کر دیتی ہے۔ اِس تلخ حقیقت کو اکبرالہ آبادی نے یُوں واضح کیا ہے:

گزر اُن کا ہُوا کب عالم اللہ اکبر میں
پلے کالج کے چکر میں' مَرے صاحب کے دفتر میں

3۔ کہتے ہیں کہ اے مسلمان! تیری خودی میں غیر معمولی صلاحیتیں مخفی ہیں۔ اگر تو اتباعِ رسول ﷺ کی بدولت' اُن کی صحیح تربیت کر لے تو تجھے کائنات پر اقتدار حاصل ہو جائے گا یا ساری دنیا تیرے قبضے میں آ جائے گی۔

4۔ حدیث دل یعنی رموزِ عشق' کسی کتاب سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ ان کی کیفیت کسی درویش بے نوا سے پوچھنی چاہیئے۔ یعنی اے مسلمان! اگر تُو اپنے مقام سے آگاہ ہونا چاہتا ہے (اور مسلمان کا حقیقی مقام عشقِ رسول ﷺ اختیار کرنے کے سِوا اور کچھ نہیں ہے) تو کسی شیخ کامل کی صحبت اختیار کر۔ درویش بے گلیم سے مُراد ہے وہ عاشقِ رسول ﷺ جو علائق دنیوی سے بالکل پاک ہو۔

مقصدِ حیات' اللہ کی محبت ہے۔ اس کی صورت اتباعِ رسول ﷺ ہے۔ اتباعِ عشق رسول ﷺ کے بغیر ممکن نہیں' اس لیے مسلمان کا مقصدِ حیات عشقِ رسول ﷺ ہے

5۔ اگر تم دنیا میں سرداری اور سروری کے آرزومند ہو تو عزم بلند پیدا کرو' کیونکہ اِس دنیا کا دستور یہ ہے کہ صرف شاہین صفت افراد کو سرداری اور عزت حاصل ہو سکتی ہے۔

6۔ اے مسلمان! تیرے زوال کا سبب یہ ہے کہ تُو نے اپنی خودی کو مُردہ کر دیا۔ تیرا یہ خیال کہ تیری تقدیر میں ذلت اور محکومی لکھی ہوئی تھی' بالکل غلط ہے۔ جب تُو نے اللہ کے قوانین کی نافرمانی شروع کر دی تو لامحالہ اس کا نتیجہ ذلت کی شکل میں ظاہر ہو گیا' کیونکہ اللہ کی سنت جاریہ ہے کہ جو قوم اُسے بھلا دیتی ہے' وہ بھی اُس قوم کو بھلا دیتا ہے۔

7۔ کہتے ہیں کہ مسلمان کی خانقاہیں اور تعلیم گاہیں دونوں ناقص ہیں۔ مدرسوں کی تعلیم سے نہ مسلمانوں میں زندگی پیدا ہو سکتی ہے نہ محبت۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اسلامی مدرسوں میں زندگی نظر نہیں آتی۔ یعنی وہاں طلبہ کو فقہی مسائل میں تو ''ماہرِ فن'' بنا دیا جاتا ہے' لیکن جہاد کا ولولہ پیدا نہیں کیا جاتا۔ اب رہی خانقاہیں تو وہاں نہ معرفت پائی جاتی ہے نہ نگاہ۔ یعنی خانقاہوں میں مجاور رہ گئے ہیں یا گورکن۔ تو نگاہ کیسے پیدا ہو اور کون پیدا کرے۔ اور جب سجادہ نشینوں میں اکثریت ''خان بہادروں'' کی ہو تو اُن کے پاس نگاہ کا کام بھی کیا ہے؟ نگاہ تو خداپرستوں کے پاس ہوتی ہے۔

منبر و محراب

ایمان حقیقی کے حصول کے ذرائع

مسجد جامع القرآن' قرآن اکیڈمی' لاہور میں بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ العالی کے 2 جون 2006ء کے خطبۂ جمعہ کی تلخیص

آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا:

حضرات! میری آج کی گفتگو کا موضوع ہے: ''ایمان حقیقی کے حصول کے ذرائع''۔ ایمان حقیقی کے حصول کے تین ذرائع ہیں۔ اِن میں سے پہلے دو ذرائع تو وہ ہیں جو نسبتاً آسان ہیں اور تیسرا ذرا مشکل ہے۔ پہلے ذرائع جو آسان ہیں اگرچہ اُن سے بھی یقین کے درجے کا ایمان حاصل ہوتا ہے اور اِس میں شدت بھی ہوسکتی ہے' تاہم اِس کے ساتھ شعور، فہم اور تفقہ نہیں ہوتا۔ یہ ایمان علیٰ وجہ البصیرت نہیں ہوتا۔ ان کے برعکس تیسرے ذریعے سے جو ایمان حاصل ہوتا ہے وہ علیٰ وجہ البصیرت ہوتا ہے اور اِس میں گہرائی بھی ہوتی ہے اور فکر کی وسعت بھی پائی جاتی ہے۔

پہلا ذریعۂ ایمان ہے صحبتِ صاحب یقین۔ اگر اصحابِ یقین کی صحبت اختیار کی جائے تو اِس سے بھی انسان کو ایمان حقیقی حاصل ہوتا ہے اور یہ بالکل فطری سی بات ہے۔ جس طرح آدمی آگ کے پاس بیٹھے تو اسے حرارت حاصل ہوتی ہے یا برف کی سل کے پاس بیٹھے تو اسے ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے' اسی طرح اصحابِ یقین کی صحبت سے یقین پیدا ہوتا ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کنند
صحبت طالع ترا طالع کنند

اب جس طرح حرارت یا ٹھنڈک کے حاصل ہونے میں آدمی کی ذاتی محنت اور کوشش کا دخل نہیں ہوتا بلکہ وہ تو خود بخود اسے پہنچ رہی ہوتی ہیں' اِسی طرح اصحابِ یقین کی صحبت سے خود بخود ایمان کو جلا ملتی ہے۔ اِس میں زیادہ محنت و مشقت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اِس میں آدمی کو فقط صاحب یقین کو تلاش کرنا پڑتا ہے۔ وہ مل جائے تو اُس کی صحبت اختیار کرکے ایمان اور یقین حاصل کیا جاسکتا ہے۔

حصولِ ایمان کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اسلام کے ارکان اور اُس کی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔ اگر انسان نیک عمل کرتا رہے تو اس سے بھی یقین پیدا ہوتا ہے' بلکہ یہ دوطرفہ عمل ہے۔ یقین عمل پر ابھارتا ہے اور عمل سے یقین پیدا ہوتا ہے۔ سورۃ الحجرات میں فرمایا:

یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۷﴾

''یہ لوگ تم پر احسان رکھتے ہیں کہ مسلمان ہوگئے ہیں۔ کہہ دو کہ اپنے مسلمان ہونے کا مجھ پر احسان نہ رکھو۔ بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اُس نے تمہیں ایمان کا رستہ دکھایا بشرطیکہ تم سچے (مسلمان) ہو۔''

مطلب یہ ہے کہ تم اسلام لے آئے ہو' اگر عمل کرتے رہو گے تو ایمان تک پہنچ جاؤ گے۔ ایمان کی شاہراہ پر آگئے ہو' اگر اِس پر گامزن رہے تو ایمان کی منزل تک رسائی حاصل کرلو گے۔ اسی طرح فرمایا:

قرآن حکیم پر تدبر کے نتیجے میں جو ایمان حاصل ہوتا ہے' وہ علیٰ وجہ البصیرت ہوتا ہے۔ اُس میں فہم' تفقہ اور شعور ہوتا ہے۔ اُس میں شدت بھی ہوتی ہے اور گہرائی اور گیرائی بھی۔

وَاِنْ تُطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا یَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَیْـًٔا ؕ...... (الحجرات:14)

''اور اگر تم اللہ اور اُس کے رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کرے گا۔''

اِس طریقہ پر آج کل تبلیغی جماعت عمل پیرا ہے۔ چنانچہ ایک وعظ کے نتیجے میں جب کسی شخص کے دل میں دینی جذبہ پیدا ہو جاتا ہے تو تبلیغی بھائی یہ تقاضا کرتے ہیں کہ آؤ' ہمارے ساتھ وقت لگاؤ' چلّہ لگاؤ۔ اب جو شخص بھی چلّے کے لیے نام لکھوا دیتا ہے وہ اسے چالیس دن تک دینی ماحول میں رکھتے ہیں۔ وہ چوبیس گھنٹے ایسے ماحول میں رہتا ہے جس میں اسلام اور ایمان ہی کی بات ہوتی ہے۔ وہ ٹی وی، ریڈیو، اخبار، غیرہ سے دور ہوتا ہے اور زیادہ سے زیادہ مسجد میں ٹھہرتا ہے' پانچ وقت نماز باجماعت پڑھتا ہے۔ اِس طرح تبلیغی جماعت گویا موبائل ڈسپنسری ہے۔ جس میں گاڑی کے اندر ایک ڈاکٹر بھی ہوتا ہے اور دوائیں بھی اور جو گاؤں گاؤں جاتی ہے۔ یہ جماعتیں بھی موبائل خانقاہیں جن کے ذریعے ایمان حقیقی حاصل ہوتا ہے۔

اگرچہ متذکرہ دو ذرائع سے حاصل ہونے والا ایمان شعوری نہیں ہوتا، غیر شعوری ہوتا ہے، مگر یہ بھی بہت بڑی نعمت اور قابل قدر سرمایہ ہے کہ اِس کی بنا پر بھی آدمی دین کے لیے اپنی جان دینے پر بھی آمادہ ہو جاتا ہے۔ Superior ایمان وہ ہوتا ہے جس کے ساتھ شعور اور تفقہ ہو۔ اس کے متعلق سورۂ یوسف میں فرمایا گیا:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ ؔ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ ؕ...... (آیت: 108)

''کہہ دو میرا رستہ تو یہ ہے' میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں (از روئے یقین و برہان) سمجھ بوجھ کر' میں بھی اور میرے پیرو بھی۔''

آج کے دور میں اصل ضرورت اِسی شعوری ایمان کی ہے، کیونکہ آج کا انسان خاص طور پر ذہین اقلیت فکری اطمینان چاہتی ہے۔ اگر شعوری ایمان حاصل نہیں ہوگا تو وہ کسی بات کو بھی ماننے پر آمادہ نہیں ہوگی۔ نبی اکرم ﷺ نے تئیس برس کی قلیل مدت میں تاریخ انسانی کا عظیم ترین انقلاب برپا کیا، اِس کا سبب بھی یہ تھا کہ آپؐ کے جلیل القدر صحابہؓ میں علیٰ وجہ البصیرت ایمان پیدا ہوا تھا۔

سوال یہ ہے کہ شعوری ایمان کی سپر مارکیٹ کون سی ہے' کہاں سے ملے گا؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ اس کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے قرآن حکیم۔ بقول شاعر ؎

وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکان فلسفہ سے
ڈھونڈنے سے ملے گی عاقل کو یہ قرآں کے سیپاروں میں

قرآن کے ذریعے حصول ایمان کی دو شرائط ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ آپ قرآن کو اپنی آنکھوں سے پڑھیں، مطلب یہ ہے کہ قرآن فہمی کے لیے عربی سیکھیں، تاکہ پڑھتے ہوئے قرآن آپ کو سمجھ میں آتا جائے۔ اقبال کہتے ہیں ؎

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازیؔ' نہ صاحبِ کشاف

جب آپ ترجمہ پڑھتے ہیں تو حقیقت میں آپ اپنی آنکھ سے قرآن نہیں پڑھتے بلکہ مترجم کی آنکھ سے پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ ترجمہ آپ کو معلومات تو فراہم کر دیتا ہے، مگر Inspire نہیں کر سکتا' نہ ہی motivate کر سکتا ہے۔ مثال کے طور پر' جب آپ مرزا غالب کا ایک شعر سنتے ہیں تو جھوم اٹھتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ اس نے کیا لاجواب بات کہی ہے' مگر جب اسی شعر کا کسی اور زبان میں ترجمہ پڑھتے ہیں تو وہ آپ کو Inspire نہیں کرتا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ قرآن حکیم کو تدبر کے ساتھ پڑھا جائے' اس پر غور و فکر کیا جائے۔ جب آپ ایسا کرتے ہیں تو ایمان میں شعور کا عنصر پیدا ہوتا ہے۔ انبیائے کرامؑ علیٰ وجہ البصیرہ لوگوں کو دعوت ایمان دیتے تھے۔ اُن کی تعلیمات کے ذریعے لوگوں کو شعوری ایمان حاصل ہوتا تھا۔ وہ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتے تھے۔

سورۃ الحدید میں فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۹)﴾

''وہ اللہ ہی تو ہے جو اپنے بندے پر صاف صاف آیتیں نازل کر رہا ہے' تاکہ تمہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تم پر نہایت شفیق اور مہربان ہے۔''

غور کیجیے! قرآن حکیم میں ہر جگہ ''ظلمات'' ہمیشہ جمع جبکہ ''نور'' واحد آیا ہے۔ کہیں بھی لفظ ''انوار'' استعمال نہیں ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں ظلمات (اندھیرے) کی تو کثرت ہے' مثلاً شرک کا اندھیرا، الحاد کا اندھیرا، گمراہیوں کے اندھیرے، باطل نظریات کے اندھیرے، اعمال بد کے اندھیرے وغیرہ' مگر نور ایک ہے' اور وہ ہے نورِ ایمان' نورِ یقین۔

قرآن حکیم ایمان حقیقی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ یہ روشن کتاب ہے۔ سورۃ البینہ میں فرمایا گیا:

﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ (۱)﴾

''اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کافر تھے (وہ اپنے کفر سے) باز نہ آنے والے تھے جب تک کہ ان کے پاس دلیل روشن نہ آجائے۔''

''البینۃ'' اس شے کو کہتے ہیں جو خود روشن ہو۔ واضح ہو جیسے فارسی کا مصرع ہے۔ ع آفتاب آمد دلیل آفتاب

اس آیت میں ''بینہ'' سے مراد کیا ہے، اس کی وضاحت اگلی آیت میں آرہی ہے:

﴿رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً (۲) فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (۳)﴾

''یعنی اللہ کی طرف سے ایک رسول ﷺ جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے جس میں بالکل راست اور درست تحریریں لکھی ہوئی ہوں۔''

پس ''بینہ'' دو چیزوں سے مل کر بنی ہے، ایک اللہ کا رسول' دوسری اللہ کی کتاب۔ یہی مضمون سورۃ الطلاق میں بھی آیا ہے، فرمایا:

﴿رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ...... (۱۱)﴾

''ایک ایسا رسول جو تم کو اللہ کی صاف صاف ہدایت دینے والی آیات سناتا ہے' تاکہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئے۔''

اس آیت میں ''ذکراً'' سے کیا مراد ہے؟ اس سے مراد اللہ کے رسول ﷺ اور اللہ کی آیات مبینات' (روشن کر دینے والی آیتیں) ہیں' جو لوگوں کو کفر، شرک، الحاد اور مادہ پرستی کے اندھیروں سے نکالتی ہیں۔ پس واضح ہوا کہ بینہ اور ذکراً دونوں مرکب ہیں' رسول اللہ ﷺ اور کتاب اللہ سے۔ رسول اکرم ﷺ کی تعظیم اور توقیر ہمارے ایمان کا حصہ ہے' ایمان کی جان ہے۔ مگر اس معاملے میں بعض لوگوں میں اتنا غلو پایا جاتا ہے' کہ رسول ﷺ کو اللہ سے ملا دیا جاتا ہے' معبود بنا دیا جاتا ہے اور ظاہر ہے معبود کی پرستش کی جاتی ہے' اتباع نہیں کیا جاتا۔ اتباع تو انسان ہی کا ہو سکتا ہے۔ حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حد درجہ تعظیم و تکریم کے ساتھ ساتھ آپ کا اتباع بھی کیا جائے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی لازم ہے کہ قرآن حکیم کے ساتھ بھی اپنا رشتہ مضبوط کیا جائے اور اس کے حقوق ادا کیے جائیں۔

اس مضمون کا Climax یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات جمیلہ کو بھی' جن کے ذریعے انسانیت نے ایمان کی روشنی پائی، آگہی کا نور حاصل کیا' زندگی کے اصل حقائق تک رسائی حاصل کی، قرآن حکیم کے ذریعے ایمان کی معرفت حاصل ہوئی۔ چنانچہ سورۃ شوریٰ کے آخر میں فرمایا:

﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۵۲)﴾

''اور اسی طرح (اے نبی ﷺ) ہم نے اپنے حکم سے ایک روح تمہاری طرف وحی کی ہے۔ تمہیں کچھ پتا نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے' ایمان کیا ہوتا ہے مگر اس روح کو ہم نے ایک روشنی بنا دیا، جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں' اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں۔ یقیناً (اے محمدؐ) تم سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کر رہے ہو۔''

اب یہ بات سمجھئے، کہ قرآن حکیم کے ذریعے جو یقین پیدا ہوتا ہے' اس کا مظہر کیا ہے۔ دیکھیے' اگر آپ نے خود چینی نہیں چکھی، اور لوگ کہتے ہیں کہ چینی میٹھی ہوتی ہے تو آپ سوچیں گے، کہ ہاں' چینی میٹھی ہی ہوگی۔ سب لوگ کہہ رہے ہیں، انہیں جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر جب آپ نے چینی کو چکھ لیا تو پھر آپ کہہ دیتے ہیں کہ چینی میٹھی ہے۔ اب اس ''ہوگی'' اور ''ہے'' میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کیونکہ ''(چینی میٹھی) ہے'' آپ کا ذاتی تجربہ ہے۔

سائنس پانچ حواس کو مانتی ہے جنہیں حواس خمسہ کہا جاتا ہے، اور وہ ہیں: بصارت، سماعت، چکھنا، سونگھنا اور چھونا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ حواس خمسہ کے علاوہ ایک اور حس بھی ہے۔ اور وہ ہے حسِ باطنی، جسے اقبال داخلی تجربہ (internal experience) کا نام دیتے ہیں۔ اور اس کا آج دنیا بھر میں تذکرہ ہو رہا ہے، کیونکہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو حواس خمسہ کے بغیر بھی انسان کو حاصل ہو جاتی ہیں۔

بہر حال ان کے علاوہ اصل شے جو ہمارے اندر موجود ہے وہ روح ربانی ہے۔ افسوس کہ اس کی طرف ہماری توجہ ہی نہیں ہوتی۔ اس کی بالیدگی کا ہمیں خیال ہی نہیں آتا۔

قرآن اور روح کا منبع ایک ہی ذات ہے' یعنی ذات باری تعالیٰ۔ قرآن بھی اللہ تعالیٰ سے صادر ہوا ہے اور ارواح انسانی کو بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنی ذات کی طرف منسوب کیا ہے۔

ہماری تمام تر محنت اور بھاگ دوڑ جسم اور اس کے تقاضوں کی تکمیل کے لیے ہوتی ہے۔ اگر روح زندہ ہو اور آدمی اپنی آنکھوں سے قرآن پڑھ رہا ہو تو وہ یہ گواہی دیتی ہے کہ ہاں' یہ کلام حق ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن اور روح کا منبع ایک ہی ذات ہے' یعنی ذات باری تعالیٰ۔ قرآن بھی اللہ تعالیٰ سے صادر ہوا ہے اور ارواح انسانی کو بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنی ذات کی طرف منسوب کیا ہے۔

جب آپ قرآن حکیم کو تدبر کے ساتھ پڑھیں گے تو اس سے آپ کو عقل خرد اور شعور کے لیے غذا ملے گی، قرآن میں فلسفہ بھی ہے، منطق بھی ہے' سماجی اور معاشرتی تعلیم بھی ہے اور ایمانیات کے لیے دلائل بھی ہیں۔ ذات باری تعالیٰ کے لیے تو کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں، نہ منطقی اور نہ ہی سائنسی' وہ تو از خود بیّن ہے۔ اگر آپ کی روح کے اندر زندگی کی معمولی سی رمق بھی موجود ہے، تو وہ خود بخود اس کا ادراک کرے گی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اگر قرآن کو اپنی آنکھ سے پڑھا جائے اور اس پر تدبر کیا جائے تو اس سے یقین قلبی حاصل ہوتا ہے' جس میں شدت بھی ہوتی ہے، اور گہرائی اور گیرائی بھی۔ قرآن پر غور و فکر کے نتیجے میں فکر قرآنی سے آگاہی حاصل ہوتی ہے' اور قرآن کے فلسفہ معاشیات، سیاسیات اور سماجیات کا شعور نصیب ہوتا ہے۔

کیا قرآن و سنت ہماری قانون سازی کا بنیادی ذریعہ ہے؟

محمد سمیع

سپریم کورٹ کے چیف جسٹس افتخار محمد چودھری نے کہا ہے کہ پاکستان کے 1973ء کے آئین میں یہ واضح ہے کہ تمام قوانین قرآن و سنت کے مطابق ہوں گے۔ قرآن وسنت قانون سازی کے لیے بنیادی ذریعہ ہے البتہ یہ واضح نہیں ہے کہ چیف جسٹس صاحب کی 1973ء کے آئین سے کون سا آئین مراد ہے۔ کیا وہ اصل آئین جو 1973ء میں ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے دور میں منظور ہوا تھا یا وہ جس میں بے تحاشہ ترامیم کر کے خود بھٹو صاحب نے اس کا حلیہ بگاڑ دیا تھا۔ یا 1973ء کا وہ آئین جس کے بارے میں مرحوم ضیاء الحق نے فرمایا تھا کہ یہ تو محض کاغذ کا ایک ٹکڑا ہے جسے میں جب چاہوں پھاڑ کر ردی کی ٹوکری میں پھینک سکتا ہوں اور جس میں آٹھویں ترمیم کے ذریعہ انہوں نے اسلامی شقوں کے تحفظ کے نام پر اپنے اقتدار کے تحفظ کو یقینی بنانے کی کوشش کی تھی۔ یا 1973ء کا وہ آئین ہے جس کو سترہویں ترمیم کے ذریعے اتنا مضبوط بنا دیا گیا ہے کہ بقول صدر پرویز مشرف اب کوئی جنرل اس آئین کی موجودگی میں مارشل لاء نافذ نہیں کر سکتا۔

محترم چیف جسٹس صاحب کی 1973ء کے آئین سے مراد مذکورہ بالا کوئی سا بھی آئین ہو مجھ جیسے کم علم شخص کو بظاہر یہ محسوس نہیں ہوتا کہ اس آئین کے تحت قانون سازی کی بنیاد قرآن وسنت ہی ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ایوب خان مرحوم نے جو عائلی قوانین پاس کئے تھے اور جسے علماء نے بالاتفاق غیر شرعی قرار دیا تھا' انہیں 1973ء کے آئین میں تحفظ حاصل نہ ہوتا۔ بلکہ اس سے بھی پہلے جب قرار داد مقاصد منظور کی گئی تھی' اسے محض آئین کا دیباچہ نہ بنایا جاتا۔ مرحوم صدر ضیاء الحق نے اسے آئین کا Operative clause بنایا تھا مگر اس کے باوجود اسلام کو اس قرار داد کا کوئی فائدہ اب تک نہیں پہنچا' بلکہ ایک چیف جسٹس نے تو اپنے فیصلہ میں واضح فرما دیا کہ اس شق کو آئین کی دیگر شقوں پر کوئی برتری حاصل نہیں۔ یہ بھی آئین کی دوسری شقوں کی طرح ہے۔ مرحوم ضیاء الحق نے آئین میں اسلامی شقوں کو تحفظ دینے کے نام پر اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کی کوشش کی۔ اقتدار تو اللہ کی دَین ہوتی ہے۔ وہ جس چاہے دے اور جسے سے چاہے چھین لے۔ لہٰذا ان کے دائمی اقتدار کا خواب تو پورا نہ ہوا' البتہ انہیں اور بعد میں آنے والے صدور کو منتخب حکومتوں کو قتل کرنے کے لیے ایک تلوار میسر آ گئی۔

اب صورتحال یہ ہے کہ وطن عزیز میں ایک اسلامی مشاورتی کونسل قائم ہے جو آئے روز مختلف قوانین کو اسلامی بنانے کے لیے اپنی تجاویز حکومتوں کو پیش کرتی رہتی ہے اور حکومتیں انہیں سرد خانے Cold Storage میں ڈالتی رہتی ہیں۔ ایک فیڈرل شریعت کورٹ ہے جس کے ایک فاضل چیف جسٹس نے یہ تاریخی فیصلہ دیا تھا کہ تمام bank transactions سود کے زمرے میں آتے ہیں جو خلاف شریعت امر ہے' لہٰذا حکومت موجودہ بینکنگ سسٹم شریعت کے قالب میں ڈھالنے کے لیے متبادل قانون سازی کرے۔

> **چیف جسٹس سے میری گزارش یہ ہے کہ وہ اگر عوام کو واقعی عدل مہیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو اس سودی معیشت کی جڑ پر تیشہ چلانے کے لیے ازخود اقدامات کریں جو امیر طبقے کو روز بروز امیر تر اور غریب طبقے کو غریب تر بنا رہا ہے۔**

فیڈرل کورٹ کے اس فیصلے کے ساتھ ہمارے حکمراں کیا کیا کھیل کھیلتے رہے اس سے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس سے زیادہ کون آگاہ ہوگا۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ قرآن پاک قانون سازی کا بنیادی ذریعہ ہے جبکہ نبی اکرم ﷺ کی سنت قانون سازی کا بڑا ذریعہ ہے' تو یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی جلیل القدر ہستی کی جانب سے جنگ کے الٹی میٹم کے بعد بھی ملک میں جاری سودی معیشت کو ہمارے آئین نے کیوں تحفظ دیا ہوا ہے۔

اسلام کو موضوع گفتگو بنانا ہمارے حکمرانوں کا مشغلہ رہا ہے۔ لیکن میں چیف جسٹس صاحب کے عوامی مسائل کے حل کے ضمن میں Judicial activism کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے بارے میں حسن ظن رکھتا ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ انہوں نے یہ ساری گفتگو حکمرانوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بطور فیشن نہیں کی ہو ہے۔ البتہ میری گزارش یہ ہے کہ وہ اگر عوام کو واقعی عدل مہیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو اس سودی معیشت کی جڑ پر تیشہ چلانے کے لیے ازخود اقدامات کریں جو امیر طبقے کو روز بروز امیر تر اور غریب طبقے کو غریب تر بنا رہا ہے۔ اِس کے علاوہ سپریم کورٹ میں فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے کی جو فائل سرد خانے میں پڑی ہوئی ہے' اسے باہر نکالنے کے اقدامات کریں کیونکہ ہماری سیاسی جماعتوں کے سیکولر قائدین کو تو اس فیصلے سے کوئی غرض ہی نہیں ہے' خود ہمارے مذہبی سیاسی جماعتوں کے قائدین نے بھی اس بارے میں مجرمانہ خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔ اللہ انہیں اپنے دین کے معاشی گوشے کی پامالی کو ختم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ضرورت رشتہ

فیصل آباد میں مقیم ملتزم رفیق تنظیم اسلامی' عمر 37 سال' تعلیم ایم۔ اے' ذات راجپوت جنجوعہ' ذاتی پلاسٹک کی فیکٹری' بغرض اولاد' عقد ثانی کے خواہش مند کے لیے دینی مزاج کے حامل گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں' رفیقہ تنظیم اسلامی کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: حبیب الرحمٰن: 0300-6627498

☆☆☆

22 سالہ دوشیزہ' ذات آرائیں' پنجابی' قد 5 فٹ 2 انچ کے لیے دینی مزاج کا حامل رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 042-5945693

☆☆☆

35 سالہ باپردہ بیٹی' تعلیم F.Sc' ذات باجوہ کے لیے دینی گھرانے سے برسر روزگار رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0300-450029

☆☆☆

بیت المقدس پر صلیبی یلغار

جب صلیبی انطاکیہ پہنچے تو اسے دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔ اس شہر کی فصیل کا محیط کئی میل کا تھا' جس کی حفاظت کے لیے چار سو بُرج بنے ہوئے تھے۔ اس کے ایک میل لمبے اور تین میل چوڑے مستطیل علاقے میں بے شمار سڑکوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ عمارتیں پتھر کی بنی ہوئی تھیں اور نہایت خوبصورت اور مضبوط تھیں۔ اُس وقت یہ شہر' جس کی بنیاد 300 قبل مسیح میں سکندر اعظم کے ایک جرنیل سلیوکس نے رکھی تھی' شام کی سلجوقی مسلم سلطنت کا دارالحکومت تھا اور ''ملکۂ مشرق'' کہلاتا تھا۔ انطاکیہ (Antioch) دیکھنے کے بعد انہیں پیرس اور یورپ کے دوسرے شہر ہیچ نظر آنے لگے۔ کہاں اُن کے وہ لکڑی کے بنے ہوئے مکان' کچی ناہموار سڑکیں اور تنگ گلیاں اور کہاں یہ شاندار باغ و بہار اور ہنستا کھیلتا پُر رونق شہر۔ صلیبیوں کو انطاکیہ کے مقابلے میں پیرس اور دیگر یورپی شہر معمولی قصبے معلوم ہوئے۔

انطاکیہ دولت مند شہر بھی تھا۔ گزشتہ ڈیڑھ ہزار سال سے ہندوستان اور ایران کے تاجر مصر' یونان اور روم کے سوداگروں سے مال کے بدلے مال کا تبادلہ کرنے کے لیے یہاں آتے رہتے تھے۔ انطاکیہ کے قریب دریائے اورنٹیز میں زریں سنگریزے بہتے ہوئے آتے تھے۔ انہیں انطاکیہ میں صاف کر کے سونا نکالا جاتا تھا۔ قریب کی پہاڑیوں میں سے تانبا بھی کافی مقدار میں نکل آتا تھا۔ پھر مٹی بڑی زرخیز تھی اور پاس ہی دیودار اور صنوبر کا ایک بڑا سارا گھنا جنگل بھی تھا۔ اس لیے اس پر قابض ہونے کے لیے بہت سے بادشاہ لڑائیاں لڑتے رہتے تھے۔ یہاں کے بعض گرجا کسی زمانے میں ویانا اور اپالو دیوی کے مندر رہ چکے تھے۔ شام کی ایک قدیم ماہی پیکر دیوی کی پرستش گاہ ساحل سمندر پر بھی موجود تھی۔ اگرچہ مسلمانوں نے اِس کا نام اور صنف تبدیل کر کے اسے ''فتح البحر'' کہنا شروع کر دیا تھا۔ انطاکیہ کی طویل تاریخ میں بہت سے دیوتاؤں اور دیویوں کا ذکر آتا تھا۔ گویا اِس مقام کو مذہب کی تقدیس حاصل تھی۔ اور اب یہاں مسلمان اور عیسائی صُلح اور آشتی سے امن و عافیت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ وہ اپنے اپنے مذہب پر قائم تھے اور اپنے اپنے طریق پر عبادت کرتے تھے اور اپنی اپنی تہذیب اور معاشرت پر چلتے تھے۔ کوئی مداخلت یا تنقید نہ کرتا تھا۔ صلیبیوں نے یہ دیکھا تو اپنے دلوں میں سوچا کہ انطاکیہ کے عیسائی کافروں (مسلمانوں) سے سمجھوتا کر بیٹھے ہیں۔

صلیبیوں کو انطاکیہ پر اپنا تسلط جمانے میں کافی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ جب وہ انطاکیہ پہنچے تو اُس وقت 1098ء کا سال ختم ہو رہا تھا۔ انہیں معلوم ہوا کہ مسلمان ساری فصل کاٹ چکے ہیں اور سارا اناج اور چارہ شہر کی ذخیرہ گاہوں میں جمع کیا جا چکا ہے۔ اب صورت حال یہ تھی کہ انطاکیہ کا دفاع کرنے والے تو شہر کے اندر بیٹھے مزے سے کھا پی رہے تھے' مگر صلیبی شہر کے باہر کھلے میدان میں پڑے بھوک پیاس سے بلبلا رہے تھے۔ کرسمس کے تہوار تک صلیبیوں کی لشکر گاہ میں قحط پڑنے لگا' جس سے بہت سے آدمی اور گھوڑے مر گئے' لیکن اب قسطنطنیہ واپس جانا بھی آسان نہ تھا' کیونکہ ایک بار پھر پہاڑوں اور صحراؤں کو عبور کرنا پڑتا اور اگر صلیبی واپس جانے کی ٹھان لیتے' تو بھی بھوک پیاس کی تاب نہ لا کر یقیناً راستے ہی میں مر جاتے' اس لیے وہ وہیں ڈٹے رہے اور انطاکیہ والوں کی ایسی ناکہ بندی کی' کہ اب شہر میں رسد نہ پہنچ سکتی تھی۔ انہیں اُمید تھی کہ اس طرح مسلمان عاجز آ کر شہر اُن کے حوالے کر دیں گے۔

دونوں فریق اپنی اپنی جگہ چٹان کی طرح جمے رہے۔ کئی مہینے اسی طرح گزر گئے۔ مسلمانوں کی ایک کے بعد دوسری اور دوسرے کے بعد تیسری فوج شہر انطاکیہ کو بچانے کے لیے آئی۔ ایک دمشق سے آئی' دوسری حلب سے آئی اور آخر میں ایک لشکر جرار موصل سے آ گیا' لیکن اس لشکر کے انطاکیہ پہنچنے سے دو دن پہلے صلیبی فوج شہر پر قابض ہو چکی تھی۔ اُس وقت ملک شاہ سلجوقی کا پوتا باغستان سلجوقی انطاکیہ کا حکمران تھا اور مسلمانوں کی اُس زمانے کی طوائف الملوکی میں اپنی حفاظت کا خود ہی اکیلا ذمہ دار تھا۔ مشرق میں حلب اور موصل' اُن سے آگے دمشق' سمندر پر اوڈیشیا' طرابلس' سیڈن (صیدون) اور ٹائر (صور)' سب کے سب خود مختار اسلامی شہر تھے' جن میں سے ہر ایک کو اپنے سوا اور کسی کی فکر نہ تھی۔ صلیبی نظارہ کر رہے تھے کہ پہاڑی راستوں پر عربوں کا لشکر اُترتا دیکھا جو پچھلے سب لشکروں سے بڑا تھا اور انہوں نے اپنے دلوں میں سوچا کہ وہ اس لشکر کے ہاتھوں تباہ ہونے سے بال بال بچ گئے۔

لیکن معاملہ وہ تھا کہ پہاڑ سے گرے تو پہلے غار میں گرے۔ موصل نے پہاڑ کے عقب سے نمودار ہو کر انطاکیہ کو صلیبیوں کے محاصرے سے نکالنے اور دوبارہ قبضہ کرنے کی جدوجہد شروع کر دی۔ انطاکیہ کے مسلمانوں کو شکست خوراک کی قلت کی وجہ سے ہوئی تھی۔ شہر میں جتنی خوراک تھی' وہ ختم ہو گئی تھی اور باہر سے ایک بھورا بھی شہر میں نہ پہنچ سکتا تھا۔

اب صلیبیوں نے محسوس کیا کہ ان پر بھی وہی بن گئی ہے۔ انہوں نے اناج کے پوشیدہ ذخیروں کی تلاش میں شہر کا کونا کونا چھان مارا' مگر کچھ بھی نہ ملا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ انہوں نے درختوں کے پتے ابال ابال کر کھائے اور گھوڑوں کی کاٹھیوں کا چمڑا چبایا' مگر عین اُس وقت جب صلیبی بھوک سے شکست کھانے کو تھے عرب سرداروں میں آپس میں پھوٹ پڑ گئی۔ اُن کے سپاہی صلیبیوں کے ہتھیار ڈالنے کا انتظار کرتے کرتے تھک گئے تھے۔ اُن کے بڑے بڑے دستے بھاگ بھاگ کر اپنے وطن واپس جانے لگے۔ آخر ایک روز جب صلیبیوں نے دیکھا کہ اب عربوں کا لشکر گھٹتے گھٹتے اتنا گھٹ چکا ہے کہ صلیبی شہر سے باہر نکل کر اُن سے برابر کی چوٹ لڑ سکتے ہیں تو وہ میدان میں آ گئے۔

جب عربوں نے دیکھا کہ صلیبی آ رہے ہیں تو اُن کے سپہ سالار نے اپنے سپاہیوں کو بچانے کے لیے میدان جنگ کے قریب سوکھی گھاس کا جو انبار تھا' اُس میں آگ لگا دی' لیکن صلیبی اتنے جوش میں بھر گئے تھے کہ انہوں نے اِس آگ میں سے گزر کر حملہ کر دیا۔ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ عیسائی آگ کے شعلوں اور دھوئیں کی دیوار میں سے گزر کر بڑھے چلے آ رہے ہیں تو انہوں نے لڑائی سے منہ موڑا اور راہِ فرار اختیار کی۔ صلیبیوں نے ان کا تعاقب شروع کر دیا اور دریائے اورنٹیز تک پیچھا کرتے رہے اور جب تک ہاتھ تلوار چلاتے چلاتے شل نہ ہو گئے' مسلمانوں کی گردنیں کاٹتے رہے۔ جو مسلمان بچ گئے' وہ لڑنے کے لیے اکٹھے نہ ہوئے' بلکہ موصل واپس چلے گئے۔

بیت المقدس کا جنوبی راستہ

فتح انطاکیہ سے صلیبیوں پر بیت المقدس کا جنوبی راستہ کھل گیا۔ لیکن وہ اِس راستے پر عرصۂ دراز تک قدم نہ بڑھا سکے۔ انہیں بہت دن تک انطاکیہ ہی میں رُکے رہنا پڑا' کیونکہ یہ قضیہ طے نہیں ہوا تھا کہ یہ شہر اُن کے کس سردار کو ملے۔ سردار یعنی کاؤنٹ بوہمینڈ آف ٹرانٹو اور کاؤنٹ ریمنڈ آف تلوز دونوں دعوے دار تھے اور اُن میں سے ایک بھی دوسرے کے حق میں دست بردار ہونے کو تیار نہ تھا۔

آخر یہ طے پایا کہ اُسقفوں اور امراء کی ایک کونسل بنائی جائے اور وہ کونسل یہ فیصلہ کرے کہ یروشلم پر قبضے کے بعد انطاکیہ کا حاکم کون ہوگا۔ دونوں حریفوں نے یہ بات مان لی' لیکن چونکہ کوئی ایک دوسرے پر اعتماد کرنے کو تیار نہ تھا' اس لیے بات آگے نہ بڑھی۔ کاؤنٹ ریمنڈ ایسی حالت میں اپنے سپاہیوں کو شہر سے باہر لے جانے اور یروشلم کی جانب کوچ کرنے کو تیار نہیں تھا کہ بوہمینڈ انطاکیہ میں موجود رہے' کیونکہ اُسے یقین تھا کہ اُس کے باہر نکلتے ہی اُس کا حریف شہر پر قبضہ کر لے گا۔ اسی طرح بوہمینڈ بھی اپنے اس فیصلے پر اٹل تھا کہ ریمنڈ کو یہاں چھوڑ کر نہیں جائے گا' کیونکہ وہ اس کے باہر نکلتے ہی شہر پر قابض ہو جائے گا۔

ابھی یہ تنازعہ جاری تھا کہ صلیبیوں کو مسلمانوں سے بھی زیادہ خوفناک دشمن کا مقابلہ کرنا پڑ گیا۔ اس دشمن کے مقابلے کے لیے نہ کوئی ہتھیار کام دے سکتا تھا نہ اُن کی حوصلہ مندی کچھ بتا سکتی تھی' یہ دشمن ٹائیفائیڈ تھا۔ پادری اور سردار سب اس بلائے ناگہانی سے نجات کی دعائیں مانگتے رہ گئے مگر ٹائیفائیڈ نے سینکڑوں صلیبی سرداروں اور سپاہیوں کو ختم کر دیا۔ اٹھارہ درجنوں بہترین نائٹ (افسر) اور ہزاروں سوار اور پیادے موت کے گھاٹ اُتر گئے۔ پندرہ سو جرمنوں کے اس دستے میں سے' جو فتح انطاکیہ کے چند روز بعد لڑائی میں شامل ہونے کے لیے وہاں وارد ہوا تھا 'صرف سات سو آدمی ایسے بچ سکے جو اس قابل تھے کہ یروشلم جا سکیں۔ پطرس راہب کے بچے کھچے پیروکار' جو لشکر کا مرکز و محور بنے ہوئے تھے' قریب قریب معدوم ہو گئے۔

آخر حالات اس قدر ناقابل برداشت ہو گئے کہ کاؤنٹ ریمنڈ کے تمام نائٹ (افسر) اکٹھے ہو کر اُس کے پاس آئے اور اُس سے صاف کہہ دیا کہ اگر وہ یروشلم کے مزار مسیح " کو مسلمانوں کے پنجے سے چھڑانے کا وعدہ پورا کرنے کے لیے تیار نہ ہوا تو وہ اُس کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ اب ریمنڈ کو مجبوراً اقدام کرنا پڑا اور وہ جنوری 1099ء کے شروع میں اپنے سپاہیوں کو لے کر بیت المقدس کی طرف بڑھا۔ اس کے پیچھے پیچھے کاؤنٹ گوڈ فرے اور رابرٹ کے سپاہی بھی روانہ ہو گئے۔ جیسے ہی یہ لشکر شہر سے باہر نکلا' کاؤنٹ بوہمینڈ نے شہر کے دروازے بند کر کے ہر جگہ اپنے جھنڈے بلند کر دیے اور کچھ دن بعد اپنے بادشاہِ انطاکیہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ اس طرح ایک اور صلیبی بادشاہ بن گیا۔ اُدھر ریمنڈ اپنے لشکر سمیت یروشلم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اُس نے اپنے دل کو یہ کہہ کر سمجھا لیا کہ تیسرا بادشاہ وہ بنے گا۔

یروشلم پہنچنے کے لیے اُس نے وہ راستہ اختیار کیا جو فلسطین کے لمبے ساحل کے ساتھ ساتھ چلا گیا تھا (اور آج کل نام نہاد اسرائیل کے قبضے میں ہے)۔ یہ راستہ لمبا بھی تھا اور دشوار بھی تھا۔ اس کے سپاہی لبنان کے برف پوش پہاڑوں' صور اور صیدون کے قدیم شہروں اور عکرہ اور یافہ سے گزرے۔ شہر اریحہ کے محاصرے میں صلیبیوں کو قحط اور تنگی سے ویسے ہی مصائب پیش آئے جیسے کہ انطاکیہ کے محاصرے میں پیش آئے تھے۔ جڑوں اور پتوں پر آپس میں لڑے اور جانوروں کو مار کر کھا گئے۔ اس مقام پر عیسائیوں کے خیال میں معجزات کا اس قدر زور ہوا کہ پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ ہزاروں معجزے دکھائے گئے۔ عیسائیوں کے تمام اولیاء اور شہید باری باری سے امداد کے واسطے آئے' یہاں تک کہ آخر خود حضرت عیسیٰ" بھی تشریف لائے' مگر شہر فتح نہ ہوا اور بے شمار عیسائی قحط' بیماری' مصیبت اور مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ آخر کار عام عیسائیوں کو معجزات کی صداقت کی نسبت شبہ پیدا ہو گیا' اور انطاکیہ میں جو معجزہ حضرت عیسیٰ" کو شہید کرنے والی برچھی کا دکھایا گیا تھا' وہ بھی مشکوک ہو گیا اور لوگوں نے علی الاعلان کہہ دیا کہ یہ سب فریب تھا۔

پادری بارتھلمی جو اس معجزے کا مدعی تھا' معجزے کی صداقت ثابت کرنے کے لیے تیار ہوا۔ طے پایا کہ وہ جلتی آگ میں سے گزر کر دکھائے۔ اگر بچ رہا تو معجزہ صحیح مانا جائے گا' اگر مر گیا تو معجزہ غلط۔ پادری بے چارہ جلتی آگ میں تمام فوج کے سامنے سے گزرا۔ اُس وقت تو نہیں مرا البتہ نیم مردہ حالت میں آگ سے نکلا' مگر چند روز بعد آتش زدہ زخموں کے اثر سے مر گیا۔ غرض صلیبی فوج اریحہ یا جریکو (Jericho) کو فتح کرنے میں کامیاب نہ ہوئی' اور آخر کار مئی 1099ء میں اُن کو محاصرہ چھوڑ کر فلسطین کو روانہ ہونا پڑا۔

مسلمانوں نے لڑائی سے منہ موڑا اور راہِ فرار اختیار کی۔ صلیبیوں نے ان کا تعاقب شروع کر دیا اور دریائے اورنٹیز تک پیچھا کرتے رہے اور جب تک ہاتھ تلوار چلاتے چلاتے شل نہ ہو گئے' مسلمانوں کی گردنیں کاٹتے رہے۔

قاہرہ سے عیسائی سفیروں کی واپسی

دریں اثنا مصر کے فاطمی خلیفہ کے سفیر جن عیسائی سفیروں کو ساتھ لے کر خلیفہ کے پاس قاہرہ لے گئے تھے' واپس آ گئے۔ خلیفہ اس عرصے میں مغربی عیسائیوں اور قسطنطنیہ کے عیسائی بادشاہ الکسی ایس اور سلجوقیوں' تینوں سے برابر خط و کتابت کرتا رہا تھا۔ اُس کا مقصد یہ تھا کہ تاخیری حربوں سے کام لے کر غالب فریق سے فائدہ اٹھایا جائے۔ بیت المقدس پر فاطمی خلافت کا دوبارہ قبضہ ہوئے زیادہ زمانہ نہیں ہوا تھا۔ اُسے اندیشہ تھا کہ بیت المقدس ہاتھ سے نہ کھو بیٹھے۔ جب اُس نے انطاکیہ کے محاصرے کے دوران سُنا کہ صلیبیوں کی حالت ابتر ہے اور وہ سخت پریشان ہیں' جبکہ مسلمان غالب ہیں تو اُس نے مسلمانوں کی بدگمانی سے بچنے کے لیے عیسائی کو' جو اُس کے پاس مذاکرات کے لیے بھیجے گئے تھے' قید کر دیا تھا' مگر جب صلیبیوں کی کامیابی کی خبریں موصول ہوئیں تو اُس نے ان کو قید کر دیا' مگر جب ان کی کامیابی کی خبر پہنچی تو اُن کو قید سے رہا کر دیا۔

نہ صرف رہا' بلکہ اپنی زیادتی کی تلافی بھی کی۔ وہ یوں کہ صلیبی سرداروں کو جب اپنے سفیروں کے قید کیے جانے کی اطلاع ہوئی تو انہیں بہت رنج ہوا اور سخت طیش میں آئے۔ اب خلیفہ مصر کے حکم پر مصری سفیروں نے اُن کا غم و غصہ دُور کرنے کے لیے صلیبی سرداروں کے لیے بیش بہا تحائف بھیجے۔ سب سے زیادہ قیمتی تحائف گاڈ فرے کے لیے تھے۔ چالیس ہزار دینار نقد' تیس خلعت پارچات اور سونے چاندی کے ظروف تھے۔ ایک عربی اصیل گھوڑا تھا جس کا ساز و سامان سونے اور چاندی سے آراستہ پیراستہ تھا۔ اسی طرح ہر سردار کے لیے اُس کے رُتبے اور فوجی شہرت کے مطابق تحفے تحائف تھے۔

جب مصر کے سفیر یہ تحائف درجہ بدرجہ تقسیم کر چکے تو سفیروں نے خلیفہ کی طرف سے گفتگو کرنے اور اُس کا پیغام پہنچانے کی اجازت چاہی' مگر اُس میں کوئی نئی بات نہ تھی' وہی عیسائیوں کے حقوق کی حفاظت' مراعات' عیسائیوں کو بیت المقدس میں غیر مسلح جانے کی اجازت کا اقرار تھا' جس کو عیسائیوں نے نہایت حقارت سے رد کر دیا' اور سفیروں کو دھمکی دی کہ عنقریب مصر پر بھی حملہ کیا جائے گا۔ پھر بیت المقدس کی طرف فوراً کوچ کرنے کا اعلان کر دیا۔

صلیبی فوجی جلد ہی صیدون اور صور کے علاقے میں سے گزرتے ہوئے قیساریہ کی بندرگاہ کے پاس سے ہوتے ہوئے' یافہ کو اپنے دائیں ہاتھ کو چھوڑ کر رملہ میں جا پہنچے۔ رملہ سے بیت المقدس سولہ میل کے فاصلے پر ہے۔ رملہ میں پہنچ کر انہوں نے ایک کونسل کی' جس میں بعض کی رائے یہ تھی کہ پہلے مصر اور قاہرہ پر قبضہ کیا جائے' اور بعض کی رائے یہ تھی کہ پہلے اصل مقصد کی طرف توجہ کرتے ہوئے یروشلم کی طرف بڑھا جائے۔ یروشلم کی طرف رائے دینے والے آخر غالب آ گئے اور وہاں سے تمام لوگوں نے پیادہ اور ننگے پاؤں یروشلم کی طرف سفر کرنا شروع کیا۔ جب صلیبیوں کی تمام فوج جمع ہو گئی تو معلوم ہوا کہ ان کی کل تعداد صرف پچاس ہزار باقی رہ گئی ہے۔ دو لاکھ سے زیادہ آدمی کافروں (مسلمانوں) کے ہاتھ سے یا قحط اور بیماریوں سے ہلاک ہو چکے ہیں۔

6 جون 1099ء (491ھ) کو صلیبی فوج یروشلم کے سامنے جا پہنچی۔ (جاری ہے)

☆ نصاب تعلیم کو امریکی خوشنودی کے مطابق ڈھالنے کے لیے جنرل مشرف ایجنٹ کا کردار ادا کر رہے ہیں

☆ عالمگیر سازش کے تحت نام نہاد روشن خیالی ہماری تہذیب میں شامل کی جا رہی ہے (ڈاکٹر اسرار احمد)

☆ روشن خیالی دین سے دوری کا نام نہیں، اس کی تعریف کو سیاسی معنوں سے الگ کر کے دیکھنا چاہیے (پروفیسر مہدی حسن)

☆ جاگیرداروں اور وڈیروں کی وجہ سے پاکستان میں تعلیم عام نہیں ہو سکی،

☆ پاکستان کی بقا اپنے اساسی نظریات پر قائم رہنے میں ہے (ادیب جاودانی)

☆ نصاب تعلیم کے ذریعے بچوں کے ذہنوں میں وہ افکار و اقدار راسخ کی جا رہی ہیں جن کا حاصل تعمیرِ سیرت نہیں تخریبِ سیرت ہے (حافظ عاکف سعید)

☆ پاکستان میں تعلیم انڈسٹری کی شکل اختیار کر چکی ہے جس پر مختلف قدغنیں لگا کر عوام کو تعلیم سے محروم کیا جا رہا ہے (ڈاکٹر ظہور احمد اظہر)

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام

''نصابِ تعلیم میں نام نہاد روشن خیالی کا پیوند''

کے موضوع پر منعقدہ سیمینار کی روداد

مرتّب: وسیم احمد

شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام 4 جون بروز اتوار قرآن آڈیٹوریم میں ''نصاب تعلیم میں نام نہاد روشن خیالی کا پیوند'' کے موضوع پر سیمینار منعقد ہوا جس کی صدارت بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے کی۔ دیگر مقررین میں جناب ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، جناب ادیب جاودانی، پروفیسر ڈاکٹر مہدی حسن اور امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید شامل تھے۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض جناب ایوب بیگ مرزا نے ادا کیے۔ ذیل میں سیمینار کی مختصر روداد پیش کی جا رہی ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد (بانی تنظیم اسلامی)

بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے صدارتی خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے کہا کہ اسلام سب سے زیادہ روشن خیال دین ہے۔ یورپ کو تاریک دور سے نکالنے والا مذہب اسلام ہی تھا۔ ایک عالمگیر سازش کے تحت نام نہاد روشن خیالی ہماری تہذیب میں شامل کی جا رہی ہے اور نصاب تعلیم کو امریکی خوشنودی کے مطابق ڈھالنے کے لیے جنرل مشرف ایجنٹ کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے اردو کو قومی زبان قرار دے کر غلطی کی تھی۔ اگر وہ عربی کو قومی زبان کا درجہ دینے کی تجویز قبول کر لیتے تو سندھ سمیت ملک کے کسی صوبے کو قومی زبان پر اعتراض نہ ہوتا۔ حکومت عربی کو سرکاری زبان کا درجہ دے۔ بچوں کی ابتدائی تعلیم سے اسلامیات کا اخراج اور انگلش کو لازمی قرار دینا گہری سازش ہے۔ موجودہ حکومت کی کوئی ذاتی پالیسی نہیں ہے بلکہ مغربی آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے نام نہاد روشن خیالی کی آڑ میں اسلامی اقدار کی دھجیاں بکھیری جا رہی ہیں اور اعتدال پسندی کے نام پر گمراہ کن افکار کی ترویج کی جا رہی ہے۔ جس کی وجہ سے پاکستان کا نظریاتی تشخص خطرے میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکمران بیرونی اشاروں پر پاکستان میں ایسا معاشرہ تشکیل دینے کی کوشش کر رہے ہیں جس میں انسان حیوانوں کی طرح زندگی بسر کریں اور انہیں رشتوں کے تقدس کا کوئی خیال نہ ہو۔ انہوں نے ''اے'' اور ''او'' لیول کے طلبہ کو پڑھائی جانے والی کتاب ''پاکستانی کہانیاں'' پر فی الفور پابندی کا مطالبہ بھی کیا۔

پروفیسر مہدی حسن

معروف دانشور پروفیسر مہدی حسن نے کہا روشن خیالی دین سے دوری کا نام نہیں۔ اس کی تعریف کو سیاسی معنوں سے الگ کر کے دیکھنا چاہیے۔ تمام انبیاء کرام ﷺ نے انسانیت کو روشن خیال بنایا۔ علم کا تعلق عبادات تک محدود نہیں۔ ہمیں دورِ حاضر کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے روشن خیالی کو اپنانا ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ برطانیہ نے روشن خیالی اپنا کر 3000 سپاہیوں کی مدد سے برصغیر کو فتح کیا۔ بعد ازاں چھوٹے سے جزیرہ نے، جو کبھی اتنا اہم بھی نہیں تھا کہ دنیا کے نقشہ میں جگہ پاتا' دنیا کے 65% حصے پر حکمرانی کی' جبکہ ہم نے علم کو 1500 سال قبل کی سطح پر قید کر دیا۔

سیمینار سے بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد' امیر تنظیم حافظ عاکف سعید' پروفیسر مہدی حسن' ڈاکٹر ظہور احمد اظہر' ادیب جاودانی اور ایوب بیگ مرزا خطاب کر رہے ہیں ...... دوسری جانب سامعین ہمہ تن گوش بیٹھے

موسیقی اور رقص بری چیز نہیں ہے۔ اگر رقص و موسیقی بُرے ہوتے تو مور جنگل میں نہ ناچتا اور قدرت کوئل کو لے اور سُر عطا نہ کرتی۔ انہوں نے کہا کہ جس علم میں روشن خیالی نہ ہو وہ علم نہیں کہلا سکتا اور روشن خیالی کو اپنائے بغیر ہمارا معاشرہ ترقی نہیں کر سکے گا۔

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

معروف اسلامی سکالر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے کہا کہ علم سراپا رحمت ہے۔ تمام تعلیمی سہولیات بلا معاوضہ عوام کو ملنی چاہئیں۔ ہمارے ملک میں تعلیم انڈسٹری کی شکل اختیار کر چکی ہے جس پر مختلف قدغنیں لگا کر عوام کو تعلیم سے محروم کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ علم جھجک اور تکبّر کی وجہ سے ضائع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ان برائیوں سے اجتناب کر کے علم حاصل کرنا چاہیے۔ علم انسان کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا پانی اور ہوا۔ بیرونی ممالک کی یونیورسٹیاں ہمیں وہ علم نہیں دینا چاہتی جس کی ہمیں ضرورت ہے۔ وہاں سے علم حاصل کرنے میں بگاڑ ہی بگاڑ ہے۔

حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی)

امیر تنظیم اسلامی پاکستان حافظ عاکف سعید نے کہا کہ روشن خیالی کے پُر فریب عنوان کے تحت جن افکار و خیالات کو فروغ دیا جا رہا ہے وہ تاریکی اور ظلمت کے سوا کچھ نہیں۔ روشنی فکر و خیال کی ہو یا علم و عمل کی اس کا سرچشمہ قرآن حکیم اور سنت و سیرت رسول ﷺ ہے۔ لہٰذا ہمیں اِسی سرچشمہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت نصاب تعلیم کے ذریعے بچوں کے ذہنوں میں وہ افکار و اقدار راسخ کرنے کی کوشش کر رہی ہے جس کا حاصل تعمیر سیرت نہیں تخریب سیرت ہے۔ انہوں نے نصاب تعلیم کی خامیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا کہ نئے نصاب تعلیم کے ذریعے اسلامی اقدار کو تلپٹ کرنے کی شعوری کوشش کی جا رہی ہے۔ جنسی بے راہ روی کو روشن خیال کلچر کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ اور علم و ادب کے نام پر بے مقصدیت کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ فروغ علم کی جتنی اہمیت اسلام میں ہے کسی دین و مذہب میں نہیں۔ لہٰذا ہمیں قرآن و سنت پر مبنی روشن تعلیمات کو مشعل راہ بناتے ہوئے تعلیمی پالیسی مرتب کرنی چاہیے۔

ادیب جاودانی

چیف ایڈیٹر مون ڈائجسٹ و کالم نگار نوائے وقت ادیب جاودانی نے کہا یکساں نظام تعلیم سیاسی نعرہ ہے' قابل عمل منصوبہ نہیں۔ جاگیرداروں اور وڈیروں کی وجہ سے پاکستان میں تعلیم عام نہیں ہو سکی۔ پاکستان کی بنیاد کلمہ طیبہ پر رکھی گئی تھی۔ اس کے وجود اور بقا کا انحصار بھی انہیں نظریات پر قائم رہنے میں ہے۔ کسی ملک کا نظام تعلیم نئی نسل کی ذہن سازی کرتا ہے جبکہ پاکستان میں این جی اوز نظام تعلیم کو لادینیت اور اسلام بیزاری کے رنگ میں رنگنے کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ داتا آپریشن کے ساتھ نصاب تعلیم اور درسی کتابوں کا آپریشن بھی جا رہی ہے۔ داتا میں بہنے والا لہو دکھائی دے رہا ہے' مگر وزارت تعلیم میں جاری آپریشن کے نتائج مستقبل میں ظاہر ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ نصاب تعلیم پر قوم کوئی سمجھوتہ نہیں کرے گی۔ نئے نصاب تعلیم کے لیے قومی کمیشن قائم کیا جائے جو ورکنگ پیپر تیار کر کے عوام کے سامنے پیش کرے کیونکہ پاکستانی عوام اور حکمرانوں کی سوچ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ محترم ادیب جاودانی نے اس موقع چشم کشا تحریری مقالہ پیش کیا۔ یہ اقتباسات ان کے اسی مقالے سے لیے گئے ہیں (ندائے خلافت کے کسی آئندہ شمارے میں یہ مقالہ مِن و عَن شائع کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ)

اس موقع پر شعبۂ نشر و اشاعت نے محترمہ ہاجرہ تنویر صاحبہ کا مضمون جو اردو ڈائجسٹ (مارچ 2006ء) کے شمارے میں شائع ہوا تھا اور جس میں ''پاکستانی کہانیاں'' نامی متنازعہ کتاب کے اقتباسات درج تھے' ہزاروں کی تعداد میں شائع کیا' اور حاضرین محفل میں مفت تقسیم کیا گیا۔

✿✿✿✿

بقیہ: اداریہ

ہم ارباب حکومت و اختیار سے انتہائی دردمندی سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ نصابِ تعلیم سے تمام بے ہودہ اور حیا سوز مواد خارج کر دیں اور اگر وہ اپنے امریکی اور یہودی آقاؤں کے خوف سے ایسا کرنے سے انکار کر دیں تو عوام کو حق حاصل ہے کہ اُنہیں تختِ حکومت سے نیچے پٹخ دیں' کیونکہ عوام کو پاکستان کا مطلب لا الہ الا اللہ بتایا گیا تھا۔ اسی میں پاکستان کی بقا مضمر ہے تعلیم کا قبلہ درست کرنے سے ہی ملک کو اچھی' نیک اور سنجیدہ قیادت میسر آ سکتی ہے۔ ہم بے ہودہ اور اخلاق سوز مواد کو تعلیمی نصاب میں شامل کر کے کسی کو ملک کے مستقبل سے کھیلنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔

النصر لیب

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیر نگرانی ادارہ

ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ' ایکسرے' ای سی جی اور الٹرا ساؤنڈ کی سہولیات

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی نگاہ میں قابلِ اعتماد ادارہ

خصوصی پیکج خصوصی میڈیکل چیک اپ ☆ الٹرا ساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ ایکسرے چیسٹ ☆ لیور ☆ کڈنی ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ / ہیپاٹائٹس بی اور سی /Elisa Method کے ساتھ ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف 2000 روپے میں کروائیں۔

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

ISO 9001:2000
QMS CERTIFIED CLINICAL LAB

النصر لیب: 950-بی' مولانا شوکت علی روڈ' فیصل ٹاؤن (نزد راوی ریسٹورنٹ) لاہور

فون: 5163924-5162185 موبائل: 0300-8400944

E-mail: alnasar@brain.net.pk Website: www.alnasar.com.pk

خلفائے راشدینؓ کا تصورِ بیت المال

مرسلہ: قاضی عبدالقادر

خلفائے راشدین بیت المال کو خدا اور خلق کی امانت سمجھتے تھے۔ اس میں قانون کے خلاف کچھ آنے اور اس میں سے قانون کے خلاف کچھ خرچ ہونے کو وہ جائز نہ رکھتے تھے۔ فرمانرواؤں کی ذاتی اغراض کے لیے اس کا استعمال ان کے نزدیک حرام تھا۔ بادشاہی اور خلافت کے درمیان بنیادی فرق ہی ان کے نزدیک یہ تھا کہ بادشاہ قومی خزانے کو اپنی ذاتی ملک بنا کر اس میں اپنی خواہشات کے مطابق آزادانہ تصرف کرتا ہے اور خلیفہ اسے خدا اور خلق کی امانت سمجھ کر ایک ایک پائی حق کے مطابق وصول اور حق ہی کے مطابق خرچ کرتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسیؓ سے پوچھا کہ ''میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ؟'' انہوں نے بلا تامل جواب دیا کہ ''اگر آپ مسلمانوں کی زمین سے ایک درہم بھی حق کے خلاف وصول کریں اور اس کو حق کے خلاف خرچ کریں تو آپ بادشاہ ہیں نہ کہ خلیفہ۔''

حضرت عمرؓ نے فرمایا: میرے لیے اللہ کے مال سے اس کے سوا کچھ حلال نہیں ہے کہ ایک جوڑا کپڑا گرمی کے لیے اور ایک جاڑے کے لیے اور قریش کے ایک اوسط آدمی کے برابر معاش اپنے گھر والوں کے لیے لےلوں۔ پھر مَیں بس ایک آدمی ہوں مسلمانوں میں سے

ایک اور موقع پر حضرت عمرؓ نے اپنی مجلس میں کہا کہ ''خدا کی قسم' میں ابھی تک یہ نہیں سمجھ سکا کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ۔ اگر میں بادشاہ ہو گیا ہوں تو یہ بڑی سخت بات ہے۔'' اس پر ایک صاحب نے کہا ''اے امیر المومنین' ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔'' حضرت عمرؓ نے پوچھا وہ کیا؟ انہوں نے کہا ''خلیفہ کچھ نہیں لیتا مگر حق کے مطابق' اور کچھ خرچ نہیں کرتا مگر حق کے مطابق۔ آپ اللہ کے فضل سے ایسے ہی ہیں۔ رہا بادشاہ' تو وہ لوگوں پر ظلم کرتا ہے' ایک سے بے جا وصول کرتا ہے اور دوسرے کو بے جا عطا کر دیتا ہے۔''

اس معاملہ میں خلفائے راشدینؓ کا طرزِ عمل ملاحظہ ہو۔ حضرت ابو بکرؓ جس روز خلیفہ ہوئے اس کے دوسرے دن کندھے پر کپڑے کے تھان رکھ کر بیچنے کے لیے نکلے' کیونکہ خلافت سے پہلے یہی ان کا ذریعۂ معاش تھا۔ راستے میں حضرت عمرؓ ملے اور انہوں نے کہا کہ یہ آپؓ کیا کرتے ہیں؟ جواب دیا' اپنے بال بچوں کو کہاں سے کھلاؤں؟ انہوں نے کہا' اب آپؓ کے اوپر مسلمانوں کی سرداری کا بار آ پڑا ہے۔ یہ کام اس کے ساتھ نہیں نبھ سکتا۔ چلیے' ابو عبیدہؓ (ناظم بیت المال) سے مِل کر بات کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ سے گفتگو کی گئی۔ انہوں نے کہا' ہم آپؓ کے لیے مہاجرین میں سے ایک عام آدمی کی آمدنی کا معیار سامنے رکھ کر ایک وظیفہ مقرر کیے دیتے ہیں جو نہ ان کے سب سے زیادہ دولت مند کے برابر ہوگا۔ نہ سب سے غریب کے برابر۔ اس طرح ان کے لیے ایک وظیفہ مقرر کر دیا گیا جو تقریباً چار ہزار درہم سالانہ تھا۔ مگر جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت کی کہ میرے ترکے میں سے آٹھ ہزار درہم بیت المال کو واپس کر دیئے جائیں۔ یہ مال جب حضرت عمرؓ کے پاس لایا گیا تو انہوں نے کہا' اللہ ابو بکرؓ پر رحمت فرمائے' اپنے بعد آنے والوں کو انہوں نے مشکل میں ڈال دیا۔

حضرت عمرؓ اپنی ایک تقریر میں بیان کرتے ہیں کہ بیت المال میں خلیفہ کا کیا حق ہے:

''میرے لیے اللہ کے مال سے اس کے سوا کچھ حلال نہیں ہے کہ ایک جوڑا کپڑا گرمی کے لیے اور ایک جاڑے کے لیے اور قریش کے ایک اوسط آدمی کے برابر معاش اپنے گھر والوں کے لیے لےلوں۔ پھر مَیں بس ایک آدمی ہوں مسلمانوں میں سے۔''

''میں اس مال کے معاملہ میں تین باتوں کے سوا کسی چیز کو صحیح نہیں سمجھتا۔ حق کے ساتھ لیا جائے' حق کے مطابق دیا جائے۔ اور باطل سے اس کو روکا جائے۔ میرا تعلق تمہارے اس مال کے ساتھ وہی ہے جو یتیم کے ولی کا تعلق یتیم کے مال کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگر میں محتاج نہ ہوں تو اس میں سے کچھ نہ لوں گا اور اگر محتاج ہوں تو معروف طریقے پر کھاؤں گا۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی تنخواہ کا معیار وہی رکھا جو حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی تنخواہوں کا تھا۔ آدھی آدھی پنڈلیوں تک اونچا تہمت پہنے رہتے اور وہ بھی اکثر پیوند لگا ہوا ہوتا۔ عمر بھر کبھی اینٹ پر اینٹ رکھنے کی نوبت نہ آئی۔ ایک مرتبہ ایک صاحب جاڑے کے زمانے میں آپؓ سے ملنے گئے تو دیکھا کہ ایک بوسیدہ چادر پہنے بیٹھے ہیں اور سردی سے کانپ رہے ہیں۔ شہادت کے بعد آپؓ کے ترکے کا جائزہ لیا گیا تو صرف سات سو درہم نکلے جو آپؓ نے ایک غلام خریدنے کے لیے پیسہ پیسہ جوڑ کر جمع کیے تھے۔ کبھی کسی ایسے شخص سے بازار میں کوئی چیز نہ خریدتے تھے جو آپ کو جانتا ہو' تاکہ وہ قیمت میں امیر المومنین ہونے کی بنا پر آپ کے ساتھ رعایت نہ کرے۔

جس زمانے میں حضرت معاویہؓ سے ان کا مقابلہ درپیش تھا' لوگوں نے ان کو مشورہ دیا کہ جس طرح حضرت معاویہؓ لوگوں کو بے تحاشا انعامات اور عطیے دے دے کر اپنا ساتھی بنا رہے ہیں آپؓ بھی بیت المال کا منہ کھولیں اور روپیہ بہا کر اپنے حامی پیدا کریں۔ مگر انہوں نے یہ کہہ کر ایسا کرنے سے انکار کر دیا کہ ''کیا تم چاہتے ہو میں ناروا طریقوں سے کامیابی حاصل کروں؟'' ان سے خود ان کے بڑے بھائی حضرت عقیلؓ نے چاہا کہ بیت المال سے ان کو روپیہ دیں' مگر انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا بھائی مسلمانوں کا مال تمہیں دے کر جہنم میں جائے؟

اقوال زریں

- ☆ توبہ کرنا آسان ہے مگر گناہ چھوڑنا بہت مشکل ہے
- ☆ صبر اگرچہ کڑوا ہوتا ہے لیکن اس کا پھل میٹھا ہوتا ہے
- ☆ مت جاؤ ایسی جگہ جہاں برائیاں جنم لیتی ہیں
- ☆ سکون چاہتے ہو تو اپنے گناہوں کو کم کرو
- ☆ خوش رہنا چاہتے ہو تو دوسروں کو خوش کرو
- ☆ دل کی سب سے بڑی بیماری حسد ہے

رہبرو، شکوۂ اربابِ وفا بھی سُن لو!

ایک رکن جماعت اسلامی کے حوالے سے جماعت کی ایک خاتون کارکن کا درد بھرا خط، جس میں شکوہ و شکایت بھی ہے، نصح و خیر خواہی بھی، اور دینی تحریکوں سے وابستہ افراد کے لیے سبق آموزی کا وافر سامان بھی!

آج جو بات مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کر رہی ہے بہت ہی حساس نوعیت کی ہے۔ اس کا تعلق ہماری دنیا اور دین، ہماری فلاح اور ایمان سے ہے کیونکہ یہ کام براہِ راست ہماری حیا سے وابستہ ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اپنے دین کی خدمت کے لیے چن لیا ہے اور ایسی تحریک کا رکن بنا دیا ہے جو ہمیں غلط راستے پر جانے ہی نہیں دیتی۔ ہمارے محاسبے ہوتے ہیں تو ہم اپنی ذات کو راہِ مستقیم کی طرف لے آتے ہیں۔ میری یہ تحریر بھی محاسبہ سمجھ لیجئے۔ میرے نزدیک تو محاسبہ بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے اور محاسبہ کرنے والا ہمارا بہت بڑا خیر خواہ ہے، وہ ہمیں بھٹکنے سے روکتا ہے۔

اسلام ہمیں زندگی کے روشن، قابل عمل اور رہنما اصول فراہم کرتا ہے اور قرآن کہتا ہے کہ اس دین میں تمہارے لیے آسانی ہے ورنہ تم مشکل میں پھنس جاؤ۔ واقعتاً اس پر عمل پیرا ہونے کے بعد ہم سکونِ قلب اور خوشیاں محسوس کرتے ہیں۔ بہت سی پریشانیوں سے چھٹکارا حاصل کرتے ہیں۔

شادی و نکاح ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے، سنت رسول ﷺ ہے لیکن ہم نے ان مبارک کاموں میں بھی ہندوانہ رسم و کلچر شامل کر کے ان کو بھی ناپاک بنا دیا ہے حرام امور اور اللہ پاک کی نافرمانی کے کام شامل کر کے ان کی مقدس روح کا جنازہ نکال دیا ہے۔ میری اس تحریر کے مخاطب ارکانِ جماعت ہیں۔ تمام ارکان سے عرض کرتی ہوں کہ ہم نے رکنیت کے عہد میں یا حلف میں کہا تھا کہ تمام چیزیں اللہ رب العالمین کی مرضی کے مطابق ہوں گی۔ لیکن دکھائی یہ دیتا ہے کہ اس عہد کو ہم بھول گئے ہیں۔ ہم نے اب سارے کام اپنی پسند و ناپسند اور تمام رسم و رواج کو اپنی مرضی سے کرنا شروع کر دیا ہے۔

یہ دکھی کہانی میں اپنی ایک کارکن کی منگنی کی رسم سے متعلق لکھ رہی ہوں۔ میری اس کارکن کی منگنی جماعت کے ایک رکن کے بیٹے سے ہوئی۔ ایسی محفلوں میں اور ایسے گھرانوں میں ایسے کام پہلے بھی میں دیکھتی آئی ہوں لیکن تب دل میں دکھ، درد اور خیر خواہانہ جذبات لے کر رب تعالیٰ سے دعا کر لیتی تھی لیکن اب مجبور ہو کر یہ لکھنا پڑا ہے کہ جب تک سب کے کانوں تک آواز نہ پہنچائی جائے، ذمہ داری ادا نہ ہو گی۔

میری یہ معصوم سی کارکن جس پر میں فخر کر سکتی ہوں کہ یہ کارکن میرے لیے سو سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ مجھ سے زیادہ باعمل، باپردہ، ایمانیات، اخلاقیات میں ہماری تحریک کی بہت متحرک کارکن ہے۔ اس پر قرآن میں مومنات کی بہت سی آیات صادق آتی ہیں کہ ایمان لانے کے بعد اس کو کسی نامحرم نے نہیں دیکھا تھا لیکن ستم کی حد ہوئی ہے کہ منگنی کی رسم میں کیمرہ تو ہر ہاتھ میں تھا اور مووی الگ بن رہی تھی، محفل مخلوط تھی اور یہ بات بھی غور سے سن لیں کہ یہ کارکن جو سب سے اپنے آپ کو چھپا کر رکھتی تھی، حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی سی شرم و حیا کی پیکر، حضرت زینبؓ کی سی باپردہ لڑکی کا پردہ اس بھری محفل میں اتار دیا گیا اور محفل میں شرکاء کی تعداد ایک سو پچاس تک تھی۔ جناب رکن جماعت! ذرا سوچئے، آپ کا وہ عہد کیا ہوا جو آپ نے رکن بنتے وقت کیا تھا۔ سوچئے کیا احساسات تھے اس دوشیزہ کے جس کی رکن جماعت کے بیٹے سے منگنی ہوئی۔ اور اس پر ستم پر ستم ہوئے۔ ساڑھے چار بجے محفل کا آغاز ہوا اور رات دس بجے کے بعد اختتام ہوا۔ ساتھ ہی لڑکی والوں پر مہمانوں کا بوجھ بھی! میرے مولا! آپ ہی مدد کر دیجئے۔ ان سب پر ہی ستم ہو رہا ہے، میرے اللہ!!!

جناب! میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں ان احساسات کا آپ کو ادراک کرا سکوں۔ کس طرح ہم مردوں کی نظروں سے چھپتی ہیں اور یہ اعزاز چاہتی ہیں کہ رب تعالیٰ قیامت کے روز ہمیں خود اپنا دیدار کرانے کے لیے ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ نے ہمارے سارے مقدس خواب و خیال اور پلاننگ خاک میں ملا ڈالی ہے۔ اس باحیا زندگی سے حیا کا جنازہ نکال ڈالا ہے۔

جناب رکن جماعت! ہم اس معاشرے پر نوحہ کناں ہیں لیکن آپ نے بھی اپنا نام ان کی صف میں شامل کر دیا ہے۔ رکن جماعت تو سب کے لیے نمونہ ہوتا ہے اور اسلام کا کم از کم معیار ہوتا ہے۔ اُسے تو آگے اور متحرک ہونا ہوتا ہے، لیکن آپ تو پہلی ہی سیڑھی پر گر چکے ہیں۔

جناب! میرے آپ سے بہت سے سوال ہیں کہ آپ کس کا ساتھ دے رہے ہیں، کیا قیامت کو بھول گئے ہیں، کیا اس حدیث کو بھلا چکے ہیں، کہ ''تم میں سے ایک داعی ہے اور تم سے تمہاری رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔''

تمام لڑکیاں ایک ہی ہوتی ہیں۔ میں ان لڑکیوں کا ذکر کرتی ہوں جن کے دوپٹے اور چادریں بھارتی درندے پھاڑتے ہیں۔ ان کے لیے ابن قاسم کی پاکستان سے ضرورت ہے اور محترمہ زینب الغزالی کے ساتھ روا رکھے گئے ظلم و ستم ایک ظالم و جابر اور اسلام دشمن شخص کے تھے لیکن جناب رکن جماعت! میری اس کارکن کے ساتھ ہونے والا یہ سانحۂ عظیم تو رکن جماعت کا ہے۔ افسوس صد افسوس!!!

ابھی تو منگنی پر ستم کی یہ صورتِ حال ہے تو بعد میں کیا سلوک روا رکھا جائے گا۔ میرے اللہ تو ابھی سے ہی توبہ کی توفیق عطا فرما۔ آمین!

جناب رکن جماعت! آپ تو اس بات پر بہت ہی خوش ہوئے کہ میری بہو جمعیت کی ناظمہ شہر ہے لیکن کاش کہ آپ ہمیں بھی خوش ہونے دیتے۔ آپ کی خوشی تو تبھی یقینی ہوتی جب آپ میری کارکن کو یہ کہتے کہ ہم بھرپور تعاون دیں گے۔ ہم رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر اپنی زندگیاں گزاریں گے اور مل کر اس معاشرے سے غلط کاریوں کو مٹانے کی کوشش ایک اجتماعیت میں شامل ہو کر کریں گے لیکن میرے خیال میں تو آپ ان کی جماعت میں شمولیت پر بھی پابندی لگا دیں گے خدانخواستہ......!

جناب! یہ بات ذہن میں رکھیں کہ تحریکیں اپنے کارکنان کو بڑی مشکل سے تیار کرتی ہیں۔ اپنی محبت، خیر خواہی، محنت، لگن، وقت، سرمایہ، صلاحیتیں سب اس کارکن کو تیار کرنے میں کھپاتی ہیں۔ دنیا میں سب سے کٹھن اور سخت کام انسان کو تربیت یافتہ بنانا ہے۔ اتنے عرصے میں کوئی کارکن تیار ہو جائے لیکن اس کی اگلی زندگی میں اس کے گھر والوں کا تعاون اسے نہ ملے یہ کس قدر دکھ کی بات ہے؟

اللہ سے دعا گو ہوں کہ اللہ ہمیں اسلام سے محبت کرنے کی توفیق دے۔ ہماری زندگیوں میں اسلام کو غالب کر دے اور ہمیں ایک دوسرے کا معاون و مددگار بنائے۔ آمین! (ایک خاتون کارکن)

کیا اسلامی ریاست کے قیام کی جدوجہد نادرست ہے؟

ایک گمراہ کن فکری مغالطے اور انحراف کا مدلل جواب

محمد احمد حافظ

گیارہ ستمبر کے بعد مسلم معاشرے میں جہاں دیگر بہت سی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئی ہیں وہیں فکری سطح پر بہت سے نئے سوالات اور شبہات نے جنم لیا ہے۔ مختلف حلقوں کی جانب سے ان سوالات کے جوابات بھی دیے جا رہے ہیں' لیکن ایک بات جو بہت شدت کے ساتھ محسوس کی جا رہی ہے وہ معذرت خواہانہ لہجہ ہے...... کہیں کہیں یہ معذرت خواہی دینی مسلمات سے گریز وفرار اور انکار کی صورت بھی اختیار کر گئی ہے۔ بعض دانشوروں کی طرف سے موجودہ گھمبیر صورت حال سے امت مسلمہ کو نکالنے کی جو تجاویز سامنے آئی ہیں خاصی حیران کن اور مضحکہ خیز تو ہیں ہی' ایک حد تک فکری ارتداد کا شاخسانہ بھی ہیں۔

جن نئے سوالات نے جنم لیا ہے اُن میں مسلم اسٹیٹ کے حوالے سے جدوجہد بھی ہے۔ طالبان تحریک' مجاہدین کے عملی اقدامات اور دینی تحریکوں کی طرف سے مسلم اسٹیٹ کے قیام کے حوالے سے ہونے والی جدوجہد پر عالمی طاقتوں کی گہری نگاہ ہے اور وہ ذرائع ابلاغ پر ان تحاریک کے حوالے سے جھوٹی سچی کہانیاں بھی نشر کرتے رہتے ہیں' جن کی وجہ سے بعض دانشوروں کو خاصی سبکی محسوس ہوتی ہے۔ جن لوگوں کے مذہبی شعور کا مرکز ومحور مکہ ومدینہ کی بجائے لندن اور واشنگٹن ہے' ان کے لیے موجودہ صورت حال خاصی تشویش ناک ہے۔ ابھی پچھلے دنوں ایک دانشور صاحب کے' جنہیں وحید الدین خان مکتب فکر کا خوشہ چیں کہنا مناسب ہوگا' خیالات پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کا کہنا تھا کہ ''ہمارے نزدیک اسلام جیسے آفاقی اور پوری انسانیت کے لیے پیغام رکھنے والے مذہب کو اسٹیٹ کی تنگنائیوں میں بند کرنا ہی ناقابل فہم ہے...... اسٹیٹ اور اقتدار کا لفظ ہی اقوامِ عالم کے درمیان تناؤ' فاصلے اور بدگمانی کے ڈھیر لگا دیتا ہے...... جب ہم اسٹیٹ کے قیام کے نصب العین کے لیے قرآن وسنت اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی زندگیوں کی طرف رجوع کرتے ہیں تو قرآن کی ایک آیت بھی براہِ راست ہم سے اسٹیٹ کے قیام کا مطالبہ نہیں کرتی اور نہ کوئی واضح حدیث اس کام کا مکلف بناتی ہے۔ البتہ قرآن نے ایمان وعمل صالح پر استخلاف فی الارض کا وعدہ ضرور کیا ہے...... یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اسلام کے چودہ سو سالہ دور میں کسی صحابی' تابعی' مجتہد' محدث' عالم یا فقیہہ اور بزرگ وولی نے قرآن و سنت اور سیرت سے اسلام کا نصب العین اسٹیٹ کا قیام نہیں سمجھا۔ ہمارے نزدیک اسلام جیسے واضح نصب العین رکھنے والے مذہب کے متعلق یہ تصور ہی ناقابل فہم اور گمراہ کن ہے۔ آج کا واحد آپشن یہی ہے کہ جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے دعوت کا امپائر قائم کر کے انسانیت کو دنیا و آخرت کی سرخروئی وسرفرازی کی طرف بلائیں نہ کہ اقتدار و اسٹیٹ کے حصول کی دوڑ میں شامل ہو کر اقوام عالم کے حریف بن جائیں''۔

سطور بالا میں پیش کردہ افکار کا نمبروار خلاصہ تحریر کیا جائے تو صورت کچھ یوں سامنے آتی ہے:

☆ اسٹیٹ اسلام کا مطلوب نہیں اور اس حوالے سے جدوجہد بھی بے معنی ہے۔

☆ قرآن وسنت اور علماء ومحدثین اور فقہاء کی طرف سے اسٹیٹ کی جدوجہد کے حوالے سے کوئی اشارہ کنایہ نہیں ملتا۔

☆ اسٹیٹ کے حوالے سے جدوجہد کو اسلام کے سر باندھنا سراسر گمراہ کن اور ناقابل فہم ہے۔

☆ اقتدار واسٹیٹ کی جدوجہد میں شامل ہونا اقوام عالم کو حریف بنانا ہے' اس سے بچنے کا واحد آپشن یہی ہے کہ جدید ذرائع ابلاغ کو بروئے کار لاتے ہوئے محض دعوت کا کام کیا جائے۔

یہ ایک خطرناک نقطۂ نظر ہے جو نہ صرف نصوص اور اجماع امت کے انکار پر مبنی ہے بلکہ قیام خلافت کے لیے جدوجہد کرنے والی دینی تحریکات اور مجاہدین اسلام کی تمام تر قربانیوں پر پانی پھیرنے کے مترادف ہے۔ اس نقطۂ نظر کو سامنے رکھیں تو مسلم وغیر مسلم سے متعلق ایک نئی تصویر ابھر کر سامنے آتی ہے اور وہ ہے ''پُرامن بقائے باہمی'' یعنی کفر و اسلام اس دنیا میں یکساں نوعیت کی حقیقتیں بن جائیں۔ مسلمان بھی اپنی دعوت کو انہی خطوط پر استوار کر لیں جن خطوط پر عیسائی مشنریاں کام کر رہی ہیں۔ یہی نقطۂ نظر فساد کی اصل جڑ ہے۔

اسلام جامع ترین مذہب ہے جو فرد سے لے کر اجتماعیت تک جملہ امورِ حیات کو حاوی ہے۔ اسلام کی قوت وشوکت' غلبۂ اسلام اور اس کی حکمرانی میں ہی پنہاں ہے۔ جب بھی کوئی دینی تحریک غلبۂ اسلام کا مقصد لے کر اٹھتی ہے تو اس کے پیشِ نظر یہی ہوتا ہے کہ ایک ایسا خطہ وجود میں لایا جائے جہاں شرعی احکام کا نفاذ ہو۔ قرآن وسنت کی حکمرانی ہو' لوگوں کے لیے قرآن وحدیث کے مطابق فیصلے کیے جائیں' کفر وشرک مغلوب ہوں۔ یہ بھی طے شدہ بات ہے کہ اسلامی احکام کی تنفیذ اور غلبہ وشوکت دین' یہ اسلام کے اہم ترین مقاصد میں سے ہے اور اس پر فقہاء کی واضح تصریحات موجود ہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ منہاج السنۃ میں فرماتے ہیں:

''اسلامی خلافت دین کے اہم ترین واجبات میں سے ایک واجب ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دین اسلام کا قائم رہنا خلافت کے ساتھ ہی وابستہ ہے کیونکہ انسانی زندگی کے اجتماعی مصالح خلافت کے بغیر ناممکن ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حکم دیا ہے۔ یہ دونوں خلافت وامامت اور قوت کے بغیر نامکمل ہیں''۔

حجۃ الاسلام امام غزالی ؒ نے اس حوالے سے بڑا خوبصورت کلام کیا ہے' وہ ''الاقتصاد فی الاعتقاد'' میں لکھتے ہیں:

''دین ودنیا اور جان ومال کی حفاظت بغیر امام وسلطان اور خلیفہ کے ممکن نہیں' چنانچہ خلیفہ کے انتقال کے بعد جو فتنے اور فسادات سر اٹھاتے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ اگر نئے خلیفہ کے تقرر کے بغیر اوقات یوں ہی گزرنا شروع ہو جائیں تو دائمی فساد اور قتل وغارت گری شروع ہو جائے گی (جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے) یہی وجہ ہے کہ مقولہ مشہور ہے ''الدین والسلطان توأمان'' یعنی ''دین وخلیفہ دونوں جڑواں بھائی ہیں''۔

مزید آگے چل کر امام غزالیؒ نے اس بات کو نہایت حکیمانہ انداز میں حل فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا کے لوگ الگ الگ رائے رکھتے ہیں۔ ان کے الگ الگ طبقات ہیں اور سب کے الگ الگ خیالات ہیں۔ اب اگر ان کو اسی طرح آزاد چھوڑ دیا جائے تو سب تشتت وافتراق اور نفاق کا شکار ہو جائیں گے۔ اب اگر یہ سب خیالات اور احساسات و جذبات ایک رائے اور جذبے کے ماتحت نہ ہو جائیں تو سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے۔ لہٰذا اس بیماری کا واحد علاج یہی ہے کہ یہ سب خیالات ایک ایسے بادشاہ

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: اسلامی خلافت دین کے اہم ترین واجبات میں سے ایک واجب ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دین اسلام کا قائم رہنا خلافت کے ساتھ ہی وابستہ ہے کیونکہ انسانی زندگی کے اجتماعی مصالح خلافت کے بغیر ناممکن ہیں۔

اور خلیفہ کے تابع ہو جائیں جو طاقتور اور صاحبِ قدرت خلیفہ ہو۔ معلوم ہوا کہ دین اور دنیا کے سنبھالنے اور ان کے انتظام کے لیے ایک خلیفہ کا ہونا ضروری ہے''۔

دیکھا جائے تو قرآن حکیم' حدیث اور فقہ میں جتنے بھی احکام ہیں' سب کے لیے قوت وحکومت ہونا لازمی ہے۔ قتل وڈاکہ' زنا وشراب' عائلی مسائل کے حل' تجارت کو اسلامی احکام کے تابع کرنے اور لوگوں کے دیگر دینی و دنیوی معاملات کا حل قوت وحکومت کے بغیر ممکن نہیں۔

موجودہ حکومتوں کو اسلامی حکومتیں نہیں کہا جاسکتا' اس لیے کہ یہ حکومتیں لبرل ازم اور سیکولرازم کی بنیاد پر قائم ہیں اور انہیں احکام دین کے نفاذ سے کوئی دلچسپی نہیں۔ یہ تخریب اسلام میں خاص دلچسپی رکھتی ہیں۔ چنانچہ جب علماء امت کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ اسلامی حکومت کا قیام ضروری ہے تو اس کے حصول کی جدوجہد بھی ضروری ہوئی۔ علامہ ابن حجر ہیثمی ؒ نے ''الصواعق المحرقہ'' میں' علامہ شہرستانی ؒ نے ''نہایة الاقدام'' میں' علامہ ماوردی شافعی ؒ نے ''الاحکام السلطانیة'' میں اور امام ابویعلیٰ نے ''احکام السلطانیة'' میں اس حوالے سے نہایت شرح وبسط کے ساتھ گفتگو فرمائی ہے..... پھر اس سلسلے میں امام المجاہدین سید احمد شہید ؒ' مولانا امداد اللہ مہاجر مکی ؒ اور ان کے رفقاء مولانا محمد قاسم نانوتوی' مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہما اللہ کی سعی بلیغ' شیخ الہند مولانا محمود الحسن ؒ کی تحریک ریشمی رومال...... ان تمام اکابرینِ اُمت کی اسلامی اسٹیٹ کے لیے جدوجہد کو نا قابل فہم اور گمراہ کن قرار دینا بجائے خود نا قابل فہم اور گمراہ کن ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہمارے دانشوروں کا خفقانی طبیعت رکھنے والا طبقہ جس کا اسلام معمولی معمولی بات سے خطرے میں پڑ جاتا ہے' علمی سطح پر مغرب کے سامنے سجدہ ریز ہو چکا ہے۔ مغرب کی مادی ترقی' سائنسی عروج اور ٹیکنالوجی کی بہتات نے اس طبقے کو بوکھلا کر رکھ دیا ہے۔ اسی بوکھلاہٹ میں وہ فکر ونظر کے عجیب وغریب شگوفے چھوڑ رہا ہے۔ اس طبقے نے مغرب کی فلسفیانہ اصطلاحات آزادی' ترقی' مساوات' اعتدال پسندی' رواداری اور انسانی حقوق کو ان کی تہہ میں جا کر نہیں دیکھا۔ چنانچہ جب وہ ان مغربی نظریات کی عینک لگا کر اپنی ہم عصر دینی تحریکوں کو دیکھتے ہیں تو سب ''انتہا پسند'' نظر آتی ہیں۔ چنانچہ وہ عافیت اسی بات میں سمجھتے ہیں کہ سرے سے اجماع امت کا انکار کیا جائے۔

آج کا دور اس لحاظ سے نہایت ہنگامہ خیز ہے کہ مسلم معاشرے میں نت نئے فتنے سر اٹھا رہے ہیں اور ان فتنوں کو اظہار وابلاغ کے لیے ذرائع بھی میسر ہیں۔ آج امت کو جتنا خطرہ باہر سے ہے اتنا ہی اندر سے بھی ہے۔ علماءِ امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ فکری سطح پر پھیلنے والے فتنوں کا گہرائی کے ساتھ جائزہ لیں اور امت مسلمہ کو جدید دانشوروں کے جانکاہ فکری حملوں سے بچنے کی تدابیر سمجھائیں۔ (بشکریہ روز نامہ ''اسلام'')

اسلامی قلعہ خطرے میں

صباحت موسیٰ

مجھے اچھی طرح یاد ہے ستر (1970ء) کی دہائی میں جب پاکستان میں بڑی کامیاب فلمیں بنا کرتی تھیں اس وقت سعودی عرب میں فلمیں بنانا تو درکنار' فلمیں دیکھنے تک کا رجحان بھی نہ تھا۔ سعودی عرب میں سینما گھر بھی نہیں تھے۔ لوگ چوری چھپے گھروں میں پروجیکٹر اسکرین پر ہندی اور پاکستانی فلمیں دیکھا کرتے تھے۔

جب سعودی عرب میں بھی الیکٹرونک ٹیکنالوجی متعارف ہونا شروع ہوئی' تو وی سی آر کی وبا پھیلی جو 1980ء میں گھر گھر جا پہنچی۔ اور یوں سعودیوں کو بھی سستی ''تفریح'' میسر آ گئی اور وہ انڈین سینما سے متعارف ہوئے۔ ویڈیو کیسٹوں کی دکانیں گلی محلے میں کھلنے لگیں جو 200 سعودی ریال کی ممبر شپ میں پورے ماہ 40 سے 50 فلمیں فراہم کرتے۔

بات یہاں ختم ہونے والی تھی' نہ ہوئی۔ اخلاق باختہ فلموں نے جس طرح تمام عالم میں اخلاقی آوارگی اور بے راہ روی کو جنم دیا' وہاں سعودی بھی اس سے چنداں محفوظ نہ رہ سکے۔ مگر غنیمت یہ تھی کہ کسی حد تک اسلامی قوانین کی پاسداری ضرور کی گئی۔ اس ضمن میں 1990ء تک کوئی بھی سینما گھر پوری مملکت میں کہیں بھی موجود نہ تھا اور نہ ہی سعودی فلموں کا کوئی وجود تھا۔ گویا سعودی عرب کی اسلام پسند ریاست ممکنہ حد تک ایک قلعے میں محفوظ تھی۔

ڈش انٹینا کو فروغ حاصل ہوا تو عام سعودیوں کو بھی اس لعنت نے دین سے باغی کر دیا۔ اور جب کسی ریاست کے باشندے اپنے قوانین ہی سے باغی ہو جائیں تو یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ قلعے کو ضرب لگ چکی ہے اور اس کی دیواریں کمزور ہونا شروع ہو گئی ہیں۔

سعودی عرب کی تازہ صورتحال یہ ہے کہ سعودی فرماں رواں کے بھتیجے نے ایک فلم بنا ڈالی ہے جس کا نام ہے ''کیف الحال''۔ ہدایت کار ایک فلسطینی نژاد کینیڈین ہیں اور کہانی لکھنے والوں کا تعلق مصر اور لبنان سے ہے۔ فلم ساز ایک سعودی خاتون ''حیفہ المصور'' ہیں۔ فلم کے اداکار سعودی جبکہ اداکارہ ایک اُردنی ہیں۔

فلم ساز سعودی خاتون کا کہنا ہے کہ وہ سعودی معاشرے میں اصلاح چاہتی ہیں۔ نہ جانے سعودی معاشرے میں وہ کون سی خرابی کی اصلاح چاہتی ہیں۔ ان کی نظر میں عورت کا چہرہ ڈھانپنا قدامت پسندی ہے' جس کی وجہ سے عورت کا وجود مٹتا ہوا سا نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ انہیں سعودی معاشرے میں بہت سی چیزیں پسند نہیں ہیں' اور وہ چاہتی ہیں کہ جس چیز کو وہ خود پسند کریں' تمام اہل سعودی عرب بھی ان ہی چیزوں کو پسند کریں۔

عورت کا پردہ اسلام میں ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ عورت اپنی عزت کی حفاظت پردے میں رہ کر کرسکتی ہے نہ کہ بے حجابانہ نمائش کر کے۔ آج مغرب کی عورت کو وہ تمام آزادی میسر ہے جس کی ''حیفہ المصور'' جیسی مسلمان خواتین خواہاں ہیں' مگر کیا کوئی حقیقت پسند یہ کہہ سکتا ہے کہ ان عورتوں کی معاشرے میں بڑی عزت ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا دعویٰ کوئی بھی نہیں کرسکتا۔ اس کے برعکس اسلام نے عورت کو ایک باوقار مقام عطا کیا مگر کیا کیجئے کہ مسلمان عورتوں کو اس کی قدر نہیں۔

اگر سعودی معاشرے نے اس فلم کو قبول کر لیا تو سماجی سطح پر یہ بہت بڑی تباہی کا پیش خیمہ ہوگا۔ کیونکہ اسلام کے قلعے میں ضرب لگانے والے کوئی اور نہیں خود مسلمان قوم ہے۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ اس کے بعد سعودی بہنیں اور بیٹیاں اپنے وقار کی حفاظت نہ کرسکیں گی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دست بستہ دعا گو ہیں کہ اسلامی قوانین کے تحت اس فلم کی نمائش پر سعودی حکام پابندی عائد کردیں اور ان کرداروں کو قرار واقعی سزا دیں' تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں اس مذموم کوشش سے باز رہیں' اور سرزمین مکہ ومدینہ فحاشی وعریانی پر مبنی غلیظ فلموں اور بے ہودہ پروگراموں کے فتنے سے محفوظ رہ سکے۔ آمین

ماہانہ تربیتی اجتماع تنظیم اسلامی کراچی جنوبی

تنظیم اسلامی کراچی جنوبی کا ماہانہ تربیتی اجتماع گزشتہ کئی ماہ سے بعض اعتبارات سے انتہائی منفرد انداز سے ہوا۔ اب کی بار تربیتی اجتماع کا آغاز تواصی بالصبر کے حوالے سے ہمارے نوجوان ساتھی بھائی محمد نعمان کی گفتگو سے ہوا۔ تذکیر بالقرآن کے بعد ''مصیبت پر فوری صبر'' کے عنوان سے بھائی محمد رضوان نے درس حدیث دیا۔ اس کے بعد بھائی عثمان کاظمی نے ''احکام میت'' کے عنوان سے میت کے غسل اور کفن وغیرہ کے مسائل سے رفقاء کو آگاہ کیا۔ جس کے بعد ناشتہ کا وقفہ ہوا۔ بھائی خالد محمود سومرو نے ناشتہ سے رفقاء کی تواضع کی۔

دوسرے سیشن کے آغاز میں بھائی شجاع الدین شیخ نے ''مصابرت'' پر سیر حاصل لیکچر دیا۔ اس کے بعد بھائی معزالدین تیمور نے ''صبر اور مصابرت'' پر مذاکرے کا اہتمام کیا' جس میں رفقاء نے بھرپور حصہ لیا اور موضوع کے حوالے سے کئی گوشے مزید نکھر کر سامنے آئے۔ سیرۃ صحابہؓ کے عنوان کے تحت بھائی حافظ عمر نے حضرت عثمانؓ کی زندگی اور شہادت کے واقعات بیان کیے۔ بعدازاں ناظم اجتماع بھائی ظہیر احمد شیخ نے رفقاء سے پروگرام کی بہتری کے حوالے سے تجاویز طلب کیں اور نئے شامل ہونے والے رفقاء کا تعارف کرایا۔

امیر تنظیم اسلامی کراچی جنوبی جناب عبداللطیف عقیلی نے اپنے اختتامی خطاب میں رفقاء کو ہدایات دیں۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ رفقاء زیادہ سے زیادہ حلقۂ قرآنی قائم کریں۔ اگر وہ خود درس نہیں دے سکتے تو آڈیو/ویڈیو سی ڈیز کے ذریعہ دروسِ قرآن کا اہتمام کریں۔ ہفتے میں ایک دن معین وقت کے ساتھ اپنے احباب کو دعوت دیں۔ بعدازاں انہوں نے اجتماع میں حاضری کے اعتبار سے اوّل' دوم اور سوم آنے والے نقباء کو انعامات دیئے اور حاضری کو مزید بہتر بنانے پر زور دیا۔ مسنون دُعا پر تربیتی اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے بھائی شیبا احمد کو جو اِس پروگرام کے روحِ رواں ہیں اور جنہوں نے اس پروگرام کے ذریعے ہماری روح کی تسکین کا سامان کیا۔ (رپورٹ: محمد اسلم)

تنظیم اسلامی بٹ خیلہ کے زیر اہتمام دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی بٹ خیلہ پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل یہ ہے کہ یہاں کے اکثر رفقاء ایسے ہیں جو حافظ اور قاری ہیں اور ساتھ ساتھ درس نظامی سے فارغ ہیں یا زیر تعلیم ہیں۔ اس لیے یہ رفقاء مساجد میں مستقل طور پر خطابت اور امامت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور مدارس میں معلمینِ قرآن کا شرف بھی انہیں حاصل ہے۔ بنیاد پرستوں اور روایت پرستوں کا یہ اختلاط یقیناً علاقے میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے فیصلہ کن کردار ادا کرنے کے لیے مؤثر ثابت ہوگا (ان شاء اللہ) اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے مجاہدانہ اوصاف پیدا کرنے کی غرض سے اِس ماہ اسرہ خار کے رفیق محترم مولانا امیر رحمٰن خطیب جامع مسجد مدینہ نے اپنی مسجد میں پروگرام تشکیل دیا۔ وہ تحفیظ القرآن کے نام پر مدرسہ بھی چلا رہے ہیں۔

پروگرام کے لیے مشورہ کر کے مولانا غلام اللہ حقانی کو خصوصی طور پر دعوت دی گئی جو انہوں نے بخوشی قبول کی۔ یہ پروگرام 12 مئی بروز جمعہ منعقد ہوا۔ مولانا صاحب نمازِ جمعہ سے پہلے بٹ خیلہ پہنچے۔ وہاں سے مقامی تنظیم کے امیر کے گاؤں اختر غونڈی گئے جہاں مولانا صاحب کو خطبۂ جمعہ دینا تھا۔ جناب شوکت اللہ صاحب (مقامی امیر) چشم براہ تھے۔ مولانا نے فرائض دینی کے جامع تصور پر آدھا گھنٹہ حد درجہ جامع خطاب فرمایا اور لوگوں کو سمجھایا کہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں سے آگاہی حاصل کریں' ان کی ادائیگی کی فکر کریں' کل وقتی اللہ کے بندے بنیں اور اس بندگی کی دعوت لوگوں کو دیں' تا کہ ایک طرف ہمارے لیے ماحول سازگار ہو اور دوسری طرف مشن رسول ﷺ میں ہم آپؐ کے دست و بازو بن کر اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوں اور اسی بندگی کے اصول پر مبنی نظام عدل و قسط قائم کریں۔ نماز جمعہ بھی مولانا نے پڑھائی۔ نماز کے بعد راقم نے مذکورہ پروگرام میں شرکت کرنے کے لیے اعلان کیا تا کہ یہاں کے لوگ پروگرام میں شریک ہوں۔

نماز کے بعد ہم مدینہ مسجد پہنچے۔ سٹیج سیکرٹری قاری امیر رحمٰن نے بلا تاخیر مولانا کو خطاب کی دعوت دی۔ محترم مولانا نے تقریباً ایک گھنٹہ مفصل خطاب فرمایا۔ جس میں انہوں نے نہایت دلنشین انداز میں پروگرام کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسے پروگراموں کا مقصد اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے زمین کو ہموار کرنا اور انقلابی فکر لوگوں تک پہنچانا ہوتا ہے۔ ایم این رائے' ایچ جی ویلز اور مائیکل ہارٹ کے حوالوں سے مولانا نے انقلاب نبوی ﷺ کی امتیازی شان کی وضاحت کی اور سورۃ الحدید' سورۃ التوبہ' سورۃ الصف اور سورۃ الفتح کے حوالوں سے ارسال رسل' انزال کتب اور خصوصاً بعثت نبوی ﷺ کی غرض و غایت' قیام نظام عدل و قسط اور اظہار دین الحق علی الدین کلہ بیان فرمایا۔ مولانا صاحب نے انتہائی مختصر انداز میں منہج انقلاب نبوی ﷺ کی وضاحت کی اور فرمایا کہ مروّجہ سیاست مسئلے کا حل نہیں بلکہ غلبہ دین کے لیے اُسی طریق نبوی ﷺ پر چلنا ہوگا۔

پروگرام کے آخر میں مولانا نے اپنی کتاب: ''افکار مغرب کے توڑ کا جامع لائحہ عمل'' کا تعارف کروایا۔ پروگرام کا اختتام مولانا کی دعا سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہماری سعی کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین! (رپورٹ: امین سواتی)

فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگز ریسٹورنٹ

ملم جبہ' سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام وطعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے روشن اور ہوادار کمرے' نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے' اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن' جی ٹی روڈ' امان کوٹ' مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056' ہوٹل: 0946-835295' فیکس: 0946-720031

☆ کیا سٹاک ایکسچینج میں ہونے والی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید و فروخت جائز ہے؟

☆ کیا نبی اکرم ﷺ نے جنات کو بھی تبلیغ کی؟

☆ ضرورت سے زائد رقم کا بہتر مصرف کیا ہے؟ ☆ حضرت مہدی کون ہیں اور کب آئیں گے؟

قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س: میں ایک اسلام پسند مسلمان ہوں' سٹاک ایکسچینج میں کمپنیوں کے شیئرز کا کام کرتا ہوں۔ براہ کرم' میری راہنمائی فرمائیں' کیا یہ کام شرعاً جائز ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔ (گلفام ملک)

ج: سٹاک ایکسچینج میں کمپنیوں کے شیئرز کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔ جوائنٹ سٹاک کمپنیوں کے شیئرز کی خرید و فروخت دورِ جدید کے اُن مسائل میں سے ہے جن کے بارے میں ابھی شرعی نکتۂ نگاہ سے بہت کام ہونے والا ہے۔ مثلاً ایک غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا سٹاک ایکسچینج کے اس تصور کی بھی شریعت میں کوئی گنجائش نکلتی ہے کہ سٹاک لسٹڈ کمپنیاں اپنے شراکتی حقوق اس انداز میں ایک سیکنڈری مارکیٹ میں برائے فروخت پیش کر دیں۔ دوسرا اہم مسئلہ یہ ہے کہ کیا شراکتی حقوق کی دستاویزات کی خرید و فروخت دیگر اشیاء کی طرح ممکن ہے' جبکہ کمپنی کی انتظامیہ کو اس بات کی خبر تک لینے کی حاجت نہ ہو کہ کتنے شراکتی حقوق کس نے کس کو کس قیمت پر فروخت کر دیئے؟ یہ مسائل وہ ہیں جن کا حل معیشت کو مکمل طور پر مطابقِ شریعت بناتے وقت پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔

باقی جہاں تک موجودہ حالات میں.... جبکہ متذکرہ بالا سوالات اور اشکالات غیر اہم ہیں.... سٹاک ایکسچینج میں کاروبار کرنے کا معاملہ ہے تو اندریں حالات ایک انوسٹر کو مندرجہ ذیل امور کا لحاظ کرتے ہوئے کاروبار کرنے کی گنجائش نظر آتی ہے:

1۔ صرف ایسی کمپنیوں کے شیئرز خریدے جائیں:

(i) جن کا کاروبار عملاً جاری ہو چکا ہو۔ یعنی ایسی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید و فروخت نہ کی جائے جن کی بلڈنگ' پلانٹ اور دیگر physical capital وجود میں نہ آ چکے ہوں اس لیے کہ بصورتِ دیگر یہ محض کرنسی کا کرنسی سے تبادلہ بن کر رہ جائے گا۔

(ii) کمپنی کا کاروبار حلال نوعیت کا ہو۔ یعنی شراب بنانے والی کمپنی' سودی بنک یا اس نوع کے دوسرے تجارتی اداروں کے شیئرز خریدنا ناجائز ہے۔

(iii) کمپنی کے مالیات کا غالب عنصر (major financing) غیر سودی ذرائع سے حاصل کیا گیا ہو۔

2۔ سٹاک شیئرز کی خرید و فروخت میں سٹہ نہ کیا جائے' نہ ہی بدلے کا کاروبار کیا جائے۔ اس کے برخلاف حقیقی خرید و فروخت کی جائے اور جو شیئرز ادھار پر خریدا جائے اسے ادھار پر نہ بیچا جائے بلکہ نقد پر بیچا جائے۔

مندرجہ بالا امور کا لحاظ کرتے ہوئے موجودہ سٹاک مارکیٹ میں سرمایہ کاری کی جا سکتی ہے۔

س: امام مہدی کون ہیں اور کب آئیں گے۔ اہل سنت اور اہل تشیع کا اس حوالے سے کیا موقف ہے؟ (ڈاکٹر صدیق اکبر)

ج: اہل تشیع اور اہل سنت کے ہاں لفظ ''مہدی'' مشترک ہے لیکن اس کے معانی جدا ہیں۔ شیعوں کے نزدیک آنے والے حضرت مہدی ان کے بارہویں امام ہوں گے جو دوسری صدی ہجری میں غائب ہو گئے تھے اور جو امام غائب کہلاتے ہیں۔ ان کے نظریات کے مطابق یہ امام قربِ قیامت ظاہر ہوں گے۔

ہمارے عقیدے کے مطابق حضرت مہدی کا شمار بھی مجددِ دینِ امت میں ہوگا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر صدی کے سرے پر ایسے لوگوں کو اُٹھاتا رہے گا' جو دین کو تازہ کر دیں گے''۔ حضرت مہدی بھی ایسے ہی مجدد کامل ہوں گے۔ امام ابو حنیفہؒ' امام احمد بن حنبلؒ' امام غزالیؒ' امام ابن تیمیہؒ' مجدد الف ثانیؒ (شیخ احمد سرہندیؒ) بھی مجدد دینِ امت تھے' لیکن ان کے ذریعے کوئی اسلامی حکومت قائم نہیں ہوئی۔ ان کے برعکس امام مہدی کے ذریعے عالم عرب میں دوبارہ اسلامی حکومت قائم ہوگی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دو بیٹوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے سادات کی دو شاخیں ہیں' مہدی حضرت حسنؓ کی نسل سے ہوں گے۔ ہمارا گمان ہے کہ رواں صدی کے مجدد حضرت مہدی ہی ہوں گے' تاہم یہ اندازہ ہے' اُن کی آمد کے صحیح وقت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ (واللہ اعلم)

س: قرآن پاک کی آیت مبارکہ ہے کہ'' ہم نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے تخلیق کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔'' سوال یہ ہے کہ کیا نبی کریم ﷺ نے جنوں کو تبلیغ کی اور وہ حلقۂ بگوش اسلام ہوئے؟ (شجاعت حسین)

ج: قرآن پاک سے یہ ثابت ہے کہ بعض مواقع پر جنات بھی نبی کریم ﷺ سے قرآن مجید سن کر گئے ہیں لیکن حضور ﷺ کو اس کا علم نہیں ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو وحی کے ذریعے مطلع کیا۔ سورۃ الجن کے آغاز میں فرمایا: (ترجمہ) ''اے نبی ﷺ! کہہ دیجئے کہ مجھے وحی کے ذریعے یہ اطلاع دی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے آ کر قرآن سنا''۔ احادیث میں بھی ایسی ملاقاتوں کا ذکر آتا ہے۔ ایک حدیث کا مفہوم ہے' حضرت عبداللہ بن مسعود نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ سے باہر نکلے۔ نبی کریم ﷺ نے اُن سے فرمایا کہ جنوں سے میری ملاقات ہے' میں نے انہیں تبلیغ کرنی ہے' تم ایک جگہ پر بیٹھے رہو۔ آپؐ نے اپنے عصا سے ایک دائرہ بنا دیا کہ اس سے باہر نہ نکلنا' ورنہ تمہیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔

س: صدقات و زکوٰۃ دینے کے لیے اگر کوئی مستحق نہ ملے تو کیا راہ چلتے اور گھر گھر مانگتے فقیروں کو یہ رقم دی جا سکتی ہے؟ (طارق عزیز)

ج: تلاش کے باوجود اگر ایسے مستحق نہ ملیں تو فقیروں کو صدقات و زکوٰۃ دینے میں کوئی حرج نہیں۔

س: کیا گھروں میں کام کرنے والے اہل کتاب ملازمین کو صدقہ وخیرات دیا جا سکتا ہے؟ (قاضی محمد)

ج: ہاں انہیں صدقہ وخیرات تو دیا جا سکتا ہے' مگر زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔

س: ضرورت سے زائد رقم کا بہترین مصرف کیا ہے؟ (محمد ارشد)

ج: ہمارے دین میں ضرورت سے زائد رقم کے کئی مصارف بتائے گئے ہیں۔ سب سے بہتر مصرف یہ ہے کہ یہ رقم اللہ کی راہ میں صدقہ کر دی جائے' یا کسی ضرورت مند کو قرض حسنہ دے دیا جائے۔ جب اُس کی ضرورت پوری ہو گئی تو وہ رقم آپ کو واپس مل جائے گی۔ اس سے کم تر یہ ہے کہ مضاربت کی جائے۔ اگر آپ کاروبار نہیں کر سکتے تو یہ رقم کسی اور کو دے دیں۔ نفع کی صورت میں کچھ حصہ آپ کو بھی ملے گا اور اگر خدانخواستہ نقصان ہو جائے تو سارا مالی نقصان آپ برداشت کریں۔ اس کے علاوہ خلقِ خدا کی خدمت کے لیے کئی ایسے کام ہیں جو انسان کے لیے صدقۂ جاریہ بن سکتے ہیں' ان میں یہ رقم لگائی جا سکتی ہے۔ جن کا اجر کئی گنا اضافے کے ساتھ آپ کو آخرت میں ملے گا۔

کالم ''تفہیم المسائل'' میں سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیجے جا سکتے ہیں۔

عراق میں امریکی پھنس گئے

بروز ہفتہ (3 جون) عراق میں مزید 35 افراد اس جنگ کی نذر ہو گئے جسے مختلف نام دیئے جا رہے ہیں۔ کچھ لوگوں کے مطابق یہ خانہ جنگی ہے اور کچھ کے مطابق عراقی حکومت کے خلاف بغاوت۔ بعض کا کہنا ہے کہ عراقی مجاہدین حملہ آور اتحادی فوجوں کے خلاف برسرِپیکار ہیں۔ وجہ جو بھی ہو، یہ بات عیاں ہے کہ عراق میں روزانہ کئی افراد مر رہے ہیں اور ان کی ہلاکتوں میں کمی نہیں آ رہی۔

بعض ماہرین کے مطابق اس کی وجہ وزیر داخلہ اور وزیر دفاع کا نہ ہونا ہے۔ چونکہ یہ دونوں عہدے بڑے اہم ہیں، اس لیے عراقی سیاسی جماعتیں اب تک ان افراد پر اتفاق نہیں کر سکیں جو یہ وزارتیں سنبھال کر جنگ روکنے کی کوشش کریں گے۔ شنید ہے کہ عراقی فوج کے سابق شیعہ افسر، فاروق الارجی کو وزیر داخلہ جبکہ سابق سنی فوجی افسر، جنرل عبدالقادر جاسم کو وزیر دفاع بنایا جا رہا ہے۔

زیادہ قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ بلند بانگ دعوؤں کے باوجود امریکی اور اتحادی افواج عراق میں جاری لڑائی پر قابو نہیں پا سکیں۔ اب مؤرخین اس طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ پہلی جنگ عظیم کے دوران ترکوں کو بھی عرب گوریلوں سے لڑتے ہوئے ایسی ہی دشواریاں پیش آئی تھیں۔ یاد رہے کہ تب موجودہ عراق میں ترک حاکم تھے اور انگریزوں نے خفیہ سازشوں اور کرنل ٹی ایس لارنس کے ذریعے عربوں کو ان کے خلاف بغاوت پر ابھارا تھا۔ خاص بات یہ ہے کہ ترک عربوں کی گوریلا کارروائیاں نہیں روک سکے تھے۔ خود کرنل لارنس کا کہنا تھا کہ چھاپہ مار سرگرمیاں روکنے کے لیے کم از کم ترک فوج چھ لاکھ ہونی چاہیے۔

اِس وقت عراق میں دو لاکھ امریکی اور اتحادی فوجی موجود ہیں اور وہ مخالفین کی چھاپہ مار کارروائیاں نہیں روک پا رہے بلکہ روز بروز ان کی شدت بڑھ رہی ہے۔ اس حقیقت سے یہی نتیجہ ظاہر ہوتا ہے کہ برطانوی اور امریکی عراق میں ایسی دلدل میں پھنس گئے ہیں جس سے وہ بڑی مشکل ہی سے چھٹکارا پا سکیں گے۔

عراق میں امریکی فوج کی گھبراہٹ اور بے چینی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ "کھسیانی بلی کھمبا نوچے" کے مصداق شہریوں پر حملے کرنے لگی ہے۔ پچھلے نومبر کو بغداد سے 200 کلومیٹر دور واقع علاقے، حدیثہ سے امریکی فوج کا قافلہ گزر رہا تھا کہ اس پر بم حملہ ہوا۔ اس حملے کے بعد تو امریکی دیوانے ہو گئے، انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، شہریوں کے گھروں میں گھس گئے اور جو ہاتھ آیا، اُسے گولیوں سے بھون ڈالا۔ یوں دو درجن نہتے اور معصوم عراقی شہری امریکی بربریت کا نشانہ بن گئے۔ زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد امریکی فوجیوں نے اپنا جرم چھپانے کے لیے یہ ظاہر کیا کہ مرنے والے بم دھماکے میں مرے ہیں۔ ان کے قتل عام کا انکشاف تب ہوا جب شہداء کے اجسام پر گولیوں کے نشان دریافت ہوئے۔

اب اس قتل عام کے خلاف پورے عراق میں احتجاج ہو رہا ہے حتیٰ کہ عراقی حکومت نے بھی امریکی فوج پر الزام لگایا ہے کہ وہ نہتے شہریوں کو قتل کر رہی ہے۔ سنسنی خیز بات یہ ہے کہ خود امریکا کے فوجی ٹریبونل میں اسے ثبوت ملے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ امریکی فوجیوں نے جان بوجھ کر شہریوں پر حملے کیے۔

ایک ہزار برطانوی فوجی ملازمت چھوڑ گئے

بی بی سی نے اپنی ایک رپورٹ میں بتایا ہے کہ جب سے برطانوی فوج نے امریکیوں کے ساتھ عراق پر حملہ کیا ہے، ایک ہزار برطانوی فوجی اپنی ملازمت کو خیر باد کہہ چکے ہیں۔ یہ وہ فوجی ہیں جو کوئی وجہ بتائے بغیر غائب ہیں۔ اس حقیقت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اب حملہ آور فوجیوں میں بھی بددلی پھیل رہی ہے۔

ہم نہیں جھکنے والے

ایرانی حکومت نے امریکی تجاویز مسترد کر دی ہیں جن میں اس سے کہا گیا تھا کہ وہ یورینیم کی افزودگی کا کام روک دے۔ اسی امر پر امریکی حکومت چراغ پا ہے اور بار بار کہہ رہی ہے کہ وہ ایرانیوں کو سبق سکھا کر رہے گی۔ اُدھر ایرانی حکومت ڈٹی ہوئی ہے اور اس کا کہنا ہے کہ یورینیم کی انرجمنٹ قطعاً نہیں روکی جائے گی۔ اب ایرانی اس انتظار میں ہیں کہ دیکھئے کہ امریکی اگلا وار کیا کرتے ہیں۔ بہرحال یہ امر خوش آئند ہے کہ ایران پر امریکی فوجی حملے کا خطرہ کم ہو گیا ہے کیونکہ وہ پہلے ہی عراق و افغانستان میں پھنسے ہوئے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر امریکا نے اپنے پالتو اسرائیل کی شہ پر ایران کو حملے کا نشانہ بنایا تو وہ اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مارنے کی بے وقوفی کر بیٹھے گا۔

طالبان کی حمایت میں اضافہ

افغانستان میں اتحادی افواج اور سابق حکمرانوں طالبان کے مابین جنوبی افغانستان میں شدید لڑائی جاری ہے۔ صرف ایک دن (بروز ہفتہ) میں وہاں 35 افراد ہلاک ہو گئے۔ 2001ء میں اقتدار ختم ہونے کے بعد طالبان نے حامد کرزئی کی حکومت تسلیم نہیں کی اور وہ دس ہزار نیٹو فوج اور بیس ہزار اتحادی افواج کے خلاف لڑ رہے ہیں جن کی کمان امریکا کر رہا ہے۔

2001ء کے بعد سے فریقین کے مابین لڑائی میں شدت ہی آئی ہے۔ طالبان نے جنوبی افغانستان میں جنم لیا تھا، اسی لیے وہاں وہ اب بھی مضبوط قوت ہیں۔ مقامی لوگ انہیں پناہ دیتے نیز کھانا کھلاتے ہیں۔ اس کے علاوہ کئی ماہرین کے نزدیک کرزئی حکومت میں وسیع پیمانے پر پھیلی بے ایمانی اور معاملات سنبھالنے میں اس کی ناکامی کے باعث بھی طالبان کی حمایت بڑھ رہی ہے۔ افغان حکومت کو تعمیرِ نو کے نام پر اربوں ڈالر مل رہے ہیں، لیکن یہ ساری بھاری رقم افغان حکومت میں شامل بارسوخ افراد کی جیبوں میں جا رہی ہے اور عام فرد وہی غریبانہ زندگی گزار رہا ہے۔ اس امر نے اُسے کرزئی حکومت سے برگشتہ کر دیا ہے۔

افغانی اپنی قدیم روایات رکھتے ہیں، جن کے مطابق آزادی اُن کا زیور ہے۔ افغانیوں کی اکثریت کے نزدیک امریکی حملہ آور ہیں اور ان کے خلاف جہاد کرنا فرض ہے۔ ماہرین کرزئی حکومت کو خبردار کر رہے ہیں کہ عام آدمی کی حالت بہتر نہ ہوئی، تو افغان اور زیادہ طالبان کی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔ اس وقت کچھ اضلاع طالبان کے کنٹرول میں ہیں، تب وہ شہروں پر بھی قبضہ کر لیں گے۔

گوانتاناموبے میں قید لڑکے

لندن میں حقوق انسانی کی ایک تنظیم، ری پرایوی (Reprieve) نے انکشاف کیا ہے کہ امریکا کے گوانتاناموبے قید خانے میں ساٹھ لڑکے بھی قید ہیں جن کی عمریں اٹھارہ سال سے کم ہیں۔ ان میں سے کچھ تو چودہ پندرہ سال کے ہیں۔ اس انکشاف سے امریکی حکومت مزید مسائل کا شکار ہو گئی ہے جو پہلے ہی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے باعث عالمی اداروں کی کڑی تنقید کی زد پر ہے۔

اس رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے برطانوی حکومت کے ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا ہے کہ اگر یہ سچ ثابت ہوئی، تو بہت شرمناک بات ہوگی۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ قید خانے میں نابالغ قید ہیں۔ ماہرین کے مطابق اِس انکشاف سے امریکا اور برطانیہ کے اختلافات گہرے ہو سکتے ہیں۔

wrong to us. Iraqis have nothing to do with 9/11 attacks. I didn't know it then. I know it now."

Let us assume that Macbeth is fake. The problem of the more than 100,000 killed in Iraq would nevertheless remain with us. After all someone killed them, if not Macbeth. The fact will remain that 1.8 million were starved to death before that. The fact remains that the war machine is still in full gear, not only in Iraq but also in Afghanistan. After indiscriminate bombing villages are closed down and no journalists are allowed. See for example from today's news reports from Afghanistan. Macbeth might be fake, but not Guantanamo, not Abu Ghraib, not lies for going to war and not the on going occupations.

If the U.S. administration, the pundits in the "mainstream" media, their allies in the non-Muslim world and the puppets in the Muslim world believe that they will remain the same despite their crimes against humanity, they are totally out of their mind like a monkey in the Indian trap. Silencing one Macbeth or one liar posing as Macbeth can hardly hide the reality of the U.S. crimes against humanity that are still underway. The world will never remain the same without making the unknown culprits behind 9/11 and the known culprits behind the Iraqi and Afghan occupation pay the price. The military might and the "mainstream" media's covering the truth will never sustain these crimes against humanity for too long.

Many fascists and barbarians of the past were under the same misconception and trapped in their respective Indian traps in their age. We also know that all of them have paid the price one way or the other. The only problem this time around is that along with the guilty, many of the seemingly non-guilty are set to pay a much higher price than before. The reason is that most of us share the same monkey-mindset and still defend words and deeds of the modern day fascists in the West and their stooges in the Muslim world. This confirms that time for Bush, Blair and company to pay the price is well at hand. The world will never remain the same for the fascists to continue their crimes against humanity.

Coronary Heart Disease

Nature's Way of Prevention and Cure

By: Brig. Abdul Majid (Retd.)
Dr. Asim Omar Majid

The book Nature's way of prevention and Cure' of Coronary Heart Disease describes in detail natural cure (not symptomatic relief) of the coronary heart disease. These natural cures are being extensively availed of in Western Europe, Japan, Russia and China. Even in USA, growing number of Allopathic physicains, noting the ability of these natural therapies to overcome diseases of almost every kind, have embraced nature's way of Healing.

In order to enlighten the physicians and general public about these cures Saira Trust Hospital I-M, Model Town, Lhaore. (Tel:5162546-9) has published these scientifically and clinically validated natural cures.

This is need of the hour in a country like Pakistan, where victims of so called incurable diseases cannot afford life long costs of expensive drugs that are only designed to attain symptomatic relief, invariably with many troublesome side effects.

اِضطراب

انجینئر عبدالرزاق اویسی

اِن دِنوں میں ہیں مسلماں مُبتلائے اِضطراب   کہ ہوئے مغرب کے شیدا ہے سراپا جو سراب
غیر کا اپنائیں اُسوہ اپنا بھولے ہیں نِصاب   ہے کہولت ہم پہ طاری اور بیتا ہے شباب
اپنی بداعمالیوں سے ہم کریں صرفِ نظر   کر رہا ہے ہر کوئی اب دوسروں کا احتساب
خود نمائی آگئی، جاتی رہی ہم سے خودی   اب نظر آتے ہیں کرگس، تھے حقیقت میں عُقاب
اب لیا عشق نبی ﷺ ہم نے نئے سانچے میں ڈھال   لے کے اُجرت گائیں نعتیں اور اسے جانیں ثواب
ترک کر کے سُنّتِ آقاؐ ہوئے بے آبرو   ہم برائے نامِ مُسلم آگئے زیرِ عتاب
نہ ہی صدقِ بوبکرؓ ہے اور نہ عدلِ عمرؓ   نہ غِنا عثمان کی سی نہ صفائے بوترابؓ
تھیں جو ایجادیں ہماری دیکھ لو کافر کی چال   کر لیا ہے اِن سبھی کو اپنے ہی نام انتساب
اِضطراب و زرد روئی میں ہیں مسلم مُبتلا   جو نظر آتی ہے رونق یہ ہے غازہ و خضاب
اب ہمارے قرض خواہ ہیں جن کے ذمے تھا خراج   خار پہرے دار ہیں جب کہ قلعہ بند ہیں گلاب
عظمت رفتہ گئی اور مسکنت غالب ہوئی   اب تو بس کر دے اویسی اور نہ کر بے نقاب
چاہتا تُو اگر ہو دُور دِل کا اِضطراب   نام رب کا کر لے اِس میں اہتمامِ اِنجذاب

Vol: 15 Regd. No. LRL -50 No. 20

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid ullah Jan

Bush Has His Hand in the Monkey Trap

The more we read news reports of continuing butchery in Iraq and Afghanistan, the more we get disappointed. Most of us — from dictators, such as General Musharraf, at the top to the common man in the United States and the Muslim world, have come to believe that there is no option but to submit to the will of Bush and company. The situation, however, is not that simple. I have a simple theory of Bush and company's dilemma and the dichotomy.

There is a device known as south Indian monkey trap. It is a coconut shell, tethered to a pole and with a hole in the centre. A small fruit or nut is put in it. Monkey will put its hand through the hole, grab hold of the fruit or nut. The hole is small enough that the monkey cannot take its hand out with the closed fist. The monkey is trapped, simply because it is not smart enough to release the nut so that it can escape, usually from certain death. Letting go the fruit can save their life. Usually monkies don't.

Bush's insistence to "stay the course" and the unrepentant Blair's determination that he would "do it all again" shows that they won't let the fruit go and are destined to pay the price in the near future. There are great advantages to changing the mind set than facing forced amputation or certain death. The signs are all around us that show that time for Bush, Blair and company to pay the price is fast approaching.

A quick review shows that the unforgettable rhetoric to which the world was subjected soon after the 9/11 attacks, repeatedly threatened: The world will never be the same again. Of course, the world is not the same since then. But what happened on 9/11 and what is happening since then has some serious signs for us to ponder about. It would be naive on the part of the U.S. administration and its allies to believe that they will get away with their criminal acts and mindset despite setting new records in brutality and barbarism.

The pigheaded insistence of the warlords is pushing the world into becoming a far worse place than what we witness today. Even the most exaggerated crimes of Al-Qaeda and the Taliban and Saddam Hussein together pale by comparison to what the United States and its allies are presently doing in Iraq and Afghanistan. Thinking that the world will remain the same for the war criminals to remain at large amounts to living in fool's paradise.

It takes only one military person's testimony from the U.S. forces to make even the worst barbarians of the past look like noble men of human history. A person, Jessie Macbeth, presented himself as an Army Ranger and admitted to some war crimes in Iraq, which were ordered from higher up the chain of command. His interview was on line for a few days and then allegation of his story being fraud surfaced. Web sites, such as Information Clearing House have removed the interview till validity of the allegations are confirmed. Nevertheless, removal of his graphic accounts such as the following makes little difference to whatever is coming out of Iraq in the form of news-reports, pictures and videos.

The "mainstream" media is silent and U.S. officials insist that butchering whole families is not a standard procedure. Jessie Macbeth became controversial because he seemed to have blown the lid off the real crimes. Macbeth claimed he served in Iraq for 16 months before being wounded and ultimately discharged. In his words, his squad did night raids, using the same techniques the Marines are accused of, 4 or 5 times a night for many months. In all these raids, the main victims were women and children. If his allegations are true, Macbeth would be one of the few who dared to come out and speak the truth in these words:

"We'd do that like may be in several houses, most of the houses, slaughtering 30, 40 people a night some times, women and children. I didn't sign up to kill women and children. I was trained in all the rangers school, and 18 months of all that crap, I want the challenge, I want to fight other elite soldiers. I had to go fight kids, and women and innocent people. They don't know how to fight."

Hopefully the truth will surface soon because Macbeth also claimed that he is now a member of "Iraq Veterans Against the War." The counter allegations that Macbeth is a fake would tarnish credibility of the Iraq Veterans Against the War as well. Macbeth was interviewed for the public access TV show "Indymedia Presents." In this interview Jessie described butchering whole families, beginning with killing children to make the parents talk. He described how U.S. soldiers would kick a person's wife and fondle her to "piss him off." In his words:

"When we were doing the night raids in the houses, we would pull people out and have them all on their knees and zip-tied. We would ask the man of the house questions. If he didn't answer the way we liked, we would shoot his youngest kid in the head. We would keep going, this was our interrogation. He could be innocent. He could be just an average Joe trying to support his family. If he didn't give us a satisfactory answer, we'd start killing off his family until he told us something. If he didn't know anything, I guess he was SOL."

Using the military terminology of "taking out" for killing, Macbeth described one episode where his squad responded to the much-reported incident in Falluja where four U.S. mercenaries were killed and hung from a bridge. Shortly after Iraqis killed the mercenaries, according to Macbeth, his squad of Rangers gunned down Iraqis praying inside a mosque on a holy day, then hung some of the burned bodies from rafters in the mosque, and defaced the mosque with graffiti, saying: "You are not save. Allah can kiss my ass." In Macbeth's words:

Now that I look back at it, we are the terrorist. We are terrorizing the country, a whole nation of people who did nothing